پتنجلی کا فلسفہ یوگ

ہری کرشن داس گوئنکا

پتنجلی کا فلسفہ یوگ

مصنف:
ہری کرشن داس گوئنڈکا

مترجم:
کرشن کمار پاٹھک

ترقی اردو بیورو نئی دہلی

پیش لفظ

ہندوستان میں اردو زبان و ادب کی ترقی و ترویج کے لیے ترقی اردو بیورو (بورڈ) قائم کیا گیا۔ اردو کے لیے کام کرنے والا یہ ملک کا سب سے بڑا ادارہ ہے جو دو دہائیوں سے مسلسل مختلف جہات میں اپنے خاص خاص منصوبوں کے ذریعہ سرگرم عمل ہے۔ اس ادارہ سے مختلف جدید اور مشرقی علوم پر مشتمل کتابیں خاص تعداد میں سماجی ترقی، معاشی حصول، عصری تعلیمی اور معاشرہ کی دوسری ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے شائع کی گئی ہیں جن میں اردو کے کئی ادبی شاہکار، بنیادی متن، قلمی اور مطبوعہ کتابوں کی وضاحتی فہرستیں، تکنیکی اور سائنسی علوم کی کتابیں، بچوں کی کتابیں، جغرافیہ، تاریخ، سماجیات، سیاسیات، تجارت، زراعت، لسانیات، قانون، طب اور علوم کے کئی دوسرے شعبوں سے متعلق کتابیں شامل ہیں۔ بیورو کے اشاعتی پروگرام کے تحت شائع ہونے والی کتابوں کی افادیت اور اہمیت کا اندازہ اس سے بھی لگایا جا سکتا ہے کہ مختصر عرصہ میں بعض کتابوں کے دوسرے تیسرے ایڈیشن شائع کرنے کی ضرورت پڑتی ہے۔ ترقی اردو بیورو نے اپنے منصوبوں میں کتابوں کی اشاعت کو خاص اہمیت دی ہے۔ کیوں کہ کتابیں علم کا سرچشمہ رہی ہیں اور بغیر علم کے انسانی تہذیب کے ارتقا کی تاریخ مکمل نہیں تصور کی جاتی۔ جدید معاشرے میں کتابوں کی اہمیت مسلّم ہے۔ بیورو کے اشاعتی منصوبہ میں اردو انسائیکلوپیڈیا، ذولسانی اور اردو-اردو لغات بھی شامل ہیں۔

ہمارے قارئین کا خیال ہے کہ بیورو کی کتابوں کا معیار اعلا پائے کا ہوتا ہے اور وہ ان کی ضرورتوں کو کامیابی کے ساتھ پورا کر رہی ہیں۔ قارئین کی سہولتوں کا مزید خیال کرتے ہوئے کتابوں کی قیمت بہت کم رکھی جاتی ہے تاکہ کتاب زیادہ سے زیادہ ہاتھوں تک پہنچے اور وہ اس بیش بہا علمی خزانہ سے زیادہ سے زیادہ مستفید اور مستفیض ہو سکیں۔

یہ کتاب بھی بیورو کے اشاعتی پروگرام کی ایک کڑی ہے۔ امید ہے کہ آپ کے علمی ادبی ذوق کی تسکین کا باعث بنے گی اور آپ کی ضرورت کو پورا کرے گی۔

ڈاکٹر فہمیدہ بیگم
ڈائرکٹر ترقی اردو بیورو

فہرست

مقدّمہ

سرزمینِ ہند کے قدیم ادب میں ششش نظاماتِ فلسفہ، جیمنی کا میمانسا، ویاس کا ویدانت، گوتم کا نیائے، کناد کا ویشیشک، کپل کا سانکھیہ اور پتنجلی کا یوگ، مقدم ہیں۔ میمانسا اور ویدانت کو پورب (یعنی قبل) میمانسا اور اُتر (یعنی سابقہ) میمانسا کے نام دیئے گئے ہیں۔ یہ دونوں دراصل ایک ہی کتاب کے دو حصے ہیں۔ نیائے اور ویشیشک میں بھی ایک ہی طرح کا فلسفہ ہے، جس ماقبل ویشیشک ہے اور مابعد نیائے ہے۔ اسی طرح سانکھیہ اور یوگ بھی ایک ہی فلسفہ کے قبل اور سابقہ ہیں۔ یوگ کو سانکھیہ کا ضمیمہ بھی کہا جاتا ہے۔ لہٰذا یوگ کے فلسفہ کو بخوبی سمجھنے کے لیے سانکھیہ کے اصولوں سے ابتدائی واقفیت نہایت ضروری ہے۔ اسی امر کو مدِ نظر رکھ کر سانکھیہ اور یوگ کے اہم اصولوں اور عقائد کا مقابل بیان بطور مقدمہ قارئین کی سہولت کے لیے پیش کیا جاتا ہے۔

سانکھیہ ہند کا شہرۂ آفاق قدیم ویدک فلسفہ ہے، یہی قدیم ویدانت ہے۔ بدھ کا فلسفہ نیست سے ہست کی تخلیق تسلیم کرتا ہے۔ نیائے فلسفہ حق سے باطل کی تخلیق تسلیم کرتا ہے۔ کپل کے سانکھیہ میں حق سے حق کی تخلیق ہونا تسلیم کیا گیا ہے۔ سانکھیہ کی بنیادی بحث یہ ہے کہ کسی موضوع سے اس کے متضاد موضوع کی آفریدگی ہونا ممکن نہیں ہے۔ جو موضوع جس موضوع سے متعلق ہے اس کے سبب میں وہی موضوع مضمر ہے۔ موضوع یعنی مادہ کا اتلاف نہیں ہوتا محض تغیر پذیری ہوتی ہے۔

سانکھیہ کی رو سے پرش اور پرکرتی دو ازلی عناصر ہیں ان دونوں کو الگ الگ تسلیم کیا گیا ہے۔ پرش سے مراد شعور بالذات، ازلی، غیر مادی، لاتغیر، پاک و بے لوث،

صمد و بے نیاز ذات یا شخصی روح ہے اور پرکرتی سے مراد قدرت یا علت اولیٰ یا جوہر ابتدائی وغیرہ ہے وہ بھی ازلی ہے لیکن مادی اور تغیر پذیر ہے۔ ذات کو شخص اور علت اولیٰ کو اس کا سایہ بھی کہا گیا ہے۔ جملہ کائنات کی تخلیق علت اولیٰ سے تسلیم کی گئی ہے علت اولیٰ کی اپنی ہیئت ست۔ رج۔ تم تینوں صفات کی مساوی حالت سے مرتب ہے۔ مادی کائنات میں ان تینوں صفات کا ہی ظہور ہے۔ یہ تمام کائنات شخصی روح کے لیے ہے شخصی روح کائنات کے لیے نہیں ہے۔ سانکھیہ کا پرش یعنی شخصی روح یا ذات ہی اس مادی کائنات میں غیر مادی عنصر ہے۔ علت اولیٰ مادی اور لاشعور ہے لیکن غیر مادی اور باشعور ذات کے قرب سے علت اولیٰ میں شعور کا وقوف ہوتا ہے۔ عالم کبیر میں علت اولیٰ کے تنزل صورت دیگر عناصر اور ان سے بتدریج کائنات کی تخلیق ہوتی ہے۔ علت اولیٰ سے عنصر کبیر / عنصر کبیر سے پندار خودی اور پندار خودی سے خمسہ عنصری خاصیتیں (یعنی سامعہ، لامسہ، باصرہ ذائقہ اور شامہ) تغیرات ہوتے ہیں۔ علت اولیٰ کی کوئی علت نہیں ہے۔ عنصر کبیر، پندار خودی اور خمسہ عنصری خاصیتیں یہ سات علت اولیٰ کے معلول ہیں اور یہ ساتوں علت صورت بھی ہیں۔ عنصر کبیر علت اولیٰ کا معلول ہے اور پندار خودی کے لیے علت ہے۔ پندار خودی کے تغیرات دس حواس (یعنی پانچ حواس علمی گوش، پوست جسم، چشم، زبان اور ناک اور پانچ حواس عمل یعنی منہ، ہاتھ، پاؤں، مقام براز اور مقام بول) اور قلب ہیں۔ پندار خودی کے تغیر خمسہ عنصری خاصیتوں کے تغیرات عناصر بسیط یعنی خلا، باد، آتش، آب اور خاک ہیں۔ یہ سولہ یعنی دس حواس، قلب اور خمسہ عناصر بسیط کسی کی علت نہیں ہیں یہ محض عمل صورت ہیں۔ یہ کل ملا کر چوبیس مادی عناصر ہیں اور پچیسواں عنصر ذات یا شخصی روح ہے یہی ایک غیر مادی عنصر ہے۔ اس غیر مادی عنصر ذات اور علت اولیٰ یعنی صفات جو کہ مادی ہیں ان دونوں میں ازلی اور دستوری رشتہ ہے۔ یہ رشتہ 'بلور۔ رنگ' کا رشتہ ہے جس طرح بلور شفاف ہے لیکن جس رنگ کی شے اس کے قرب میں آتی ہے وہ اسی کا رنگ اختیار کر لیتا ہے لیکن اس سے بلور کی اپنی ہیئت میں کوئی تغیر نہیں ہوتا۔ سانکھیہ نے اس 'بلور۔ رنگ' کے رشتہ ہی کو تخلیق کا سبب تسلیم کیا ہے۔

عالم صغیر میں شخصی روح یا ذات لاشمار ہیں اور ہر ایک شخصی روح پاک ،

مکمل اور مسحور کن ہے۔ جس طرح لوہے اور مقناطیس کا باہمی تعلق لوہے میں حرکت پیدا کرتا ہے اسی طرح سانکھیہ کے لاشمار، باشعور شخصی ارواح کی دست گیری سے عالم صغیر میں علت اولی کام کرتی ہے اور ہر جسم میں باضابطہ دستوری وابستگی سے وابستہ احساس جان کو حاصل کئے ہوئے ذات کی دست گیری سے عالم صغیر۔ علت اولی کام کرتی ہے یہ امر قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے کہ علت اولی پر مسلط ذات صمد و بے نیاز اور غیر مادی ہے۔ عالم صغیر میں بھی اس کی اس نوعیت میں کوئی فرق نہیں آتا لیکن عالم صغیر میں ازلی نافہمی کے باعث علت اولی کے ساتھ شخصی روح کا دستوری رشتہ قائم ہو جانے سے ذات تینوں قسم کی اذیتوں سے (یعنی النفس، الہیہ اور الخلائق اذیتوں سے) ملوث ہو جاتی ہے۔ تب ذات علت اولی کی فاعلیت کو خود میں تسلیم کرتی ہے۔ لیکن ذات کے لطف اٹھانے کی خواہش کے نہ رہنے پر علت اولی خود بخود ساکن ہو جاتی ہے۔ کیوں کہ علت اولی کی سرگرمی ذات کے لیے ہے خود کے لیے نہیں ہے اس لیے خواہش کے تلف ہو جانے پر علت اولی کی گرفت ڈھیلی پڑ جاتی ہے اور اس کا عمل ناکارہ ہو جاتا ہے۔ تب علم معرفت کے طلوع ہونے پر جب ذات اپنی ازلی پاک، شعوری اور آزاد حیثیت کو سمجھ لیتی ہے اس وقت شخصی روح کو یہ علم ہو جاتا ہے کہ علت اولی کی کثیف، لطیف اور علتی اسباب کے کسی حصہ کے ساتھ اس کا فاعلیت یا مستلزیت کا رشتہ نہیں ہے وہ محض اس کی شاہد ہے۔ یہی سانکھیہ کی نجات ہے۔

قدیم ہند کی ویدک معاشرت کی رو سے حیات انسان کے چار مقاصد مقرر کیے گئے ہیں۔

(1) 'دھرم'۔ پیکر انسانی سے متعلقہ افعال اور فرائض کی تکمیل و تعمیل، پابندی، مذہب وغیرہ۔

(2) 'ارتھ'۔ بسر حیات کے لیے ساز و سامان کی فراہمی، حصول معاش وغیرہ۔

(3) 'کام'۔ پیکر انسانی کی جائز خواہشات اور حاجات کی تشفی وغیرہ۔

(4) 'موکش'، قید مجاز سے کلیتاً رہائی، نجات کی حصول یابی یا وصل ذات وغیرہ وغیرہ۔

سانکھیہ اور یوگ کی بحث کا موضوع حیات انسانی کا آخری اور لازمی مقصد

یعنی ادراک انسانی کے اعلیٰ ترین مقام تک رسائی یا مجاز کی قید سے رہائی یا نجات ہے۔ لہٰذا ان دونوں فلسفوں کا ایک ہی موضوع ہے لیکن دونوں کی مزاولت میں تفاوت ہے۔ یوگ میں منزل مقصود کا حصول کیفیات قلب کو مسدود کر کے کیا جاتا ہے اور سانکھیہ میں روح شخصی کی پاک ہیئت کے علم کی تکمیل بغور مطالعۂ باطن اور تفکر سے کی جاتی ہے۔ اجمالی نظر سے سانکھیہ کی پاک ہیئت کے علم کی تکمیل بغور مطالعۂ باطن اور تفکر سے کی جاتی ہے۔ اجمالی نظر سے سانکھیہ کی طریقت علم اور یوگ کی طریقت عبادت ہے۔ سانکھیہ میں علم افضل اور فعل اور عبادت ثانوی ہیں اور یوگ میں فعل اور عبادت افضل ہیں۔ دونوں کے ابتدائی مدارج اور منزل مقصود یعنی بنیادی اذیتوں کا ازالہ اور ذات کا اپنی ہیئت میں قیام کرنا ایک ہی ہیں۔ یوگ کا راستہ لمبا ہے لیکن سانکھیہ کے مقابلہ آسان ہے۔ سانکھیہ کا علم کا راستہ چھوٹا ہے لیکن دشوار ہے۔ بعض کہتے ہیں کہ جب ہم اپنے میں اس کی یعنی ذات بحث کی کھوج کرتے ہیں تو یہ یوگ ہے اور جب اپنے میں خود کی کھوج کرتے ہیں تو یہ سانکھیہ ہے۔ ایک کہاوت یہ بھی ہے کہ سانکھیہ سا کوئی علم نہیں اور یوگ سی کوئی دوسری قوت نہیں۔

مذکورہ بالا بحث سے ایک امر ابھر کر سامنے آتا ہے اور جس پر مشرقی اور مغربی مبصرین نے کافی حاشیہ آرائی کی ہے وہ یہ ہے کہ جب سانکھیہ کی سرزمین میں نجات کی حالت میں علت اولیٰ کا شعور وجود لازوال رہتا ہے اور خدا کا شعور وجود معلوم نہیں ہوتا۔ محض اپنے جسم میں قیام پذیر خدا کے غیر مادیت احساس کی یافت ہوتی ہے اس لیے اپنے جسم کے تصور سے ہر جسم میں شخصی روح کو الگ الگ متعدد الوجود تسلیم کرنا، علت اولیٰ کو دوامی تسلیم کرنا، اپنی آگاہی کی سرزمین میں نجات کے لیے خدا کے وجود کو تسلیم کرنے کا اہتمام نہ سمجھنا سانکھیہ کی سرزمین میں معقول و موزوں ہے۔ تاہم سانکھیہ میں روحانی ادراک کی وساطت سے خدا کے وجود کو تسلیم کیا ہے۔ اسی سے سانکھیہ کی مخصوص خدا پرستی کی واقفیت حاصل ہوتی ہے۔ سانکھیہ کی سرزمین میں دنیاوی تصور سے خدا مثبت نہیں ہے کیوں کہ خدا نہ تو وابستہ ہو سکتا ہے اور نہ ہی غیر وابستہ ہو سکتا ہے۔ غیر وابستہ ہونے پر اس میں پندار کے

فقدان سے وہ کائنات کا تخلیق کنندہ نہیں ہوسکتا اور وابستہ ہونے میں تخلیق کا مقدور ہی نہیں ہوسکے گا۔ للہٰذا دنیاوی تصور کے لحاظ سے خدا مثبت نہیں ہوسکتا۔ اتنا بیان کرکے سانکھیہ آگے کہتا ہے کہ خدا کا وجود اگرچہ دنیاوی لحاظ سے مصدقہ نہیں تاہم یوگ کی مزاولت اور عبادت کی وساطت سے کامل لوگ صحائف میں بار بار خدا کی حمد و ثنا بیان کرتے ہیں۔ اس لیے خدا کے معاملہ میں کوئی شک نہیں ہونا چاہیئے کیونکہ دنیوی شہادت کی وساطت سے خدا غیر مثبت ہونے پر بھی نجات یافتہ کامل بزرگوں کو استغراق کی حالت میں خدا کا وجود آشکارا ہوتا ہے۔ سانکھیہ میں سگن یعنی باصفات خدا کی جگہ نہیں اس کی ترجمانی اپنشد میں مندرجہ ذیل ہدایت ربانی سے ہوتی ہے۔

'جو دل سے نہیں جانتا یعنی دل کی وساطت کے بغیر ہمہ داں ہے' جس سے دل جانا گیا ایسا کہتے ہیں، اس کو تو ہست مطلق جان نہ کہ جس کی عبادت کرتا ہے۔ (کین اپنشد 1/6)

اس ضمن میں ویدانت اور سانکھیہ کے نظریات میں محض اتنا اختلاف ہے کہ ویدانت میں محض خدا کی مرضی سے تخلیق اور کائنات تغیر کا ہونا تسلیم کیا گیا ہے اور سانکھیہ میں صمد و بے نیاز غیر مادی کی پشت پناہ سے محض علت اولیٰ کا تغیر پذیر ہونا بیان کیا گیا ہے۔

قارئین حضرات کی خدمت میں التماس ہے کہ اس ترجمہ میں دی گئیں تشریحات نہایت ابتدائی درجہ کی ہیں یہ ہرگز بھی عالمانہ تصنیف نہیں ہے۔ یہ کاوش قومی یکجہتی کے اس جذبہ کے زیر اثر کی گئی ہے کہ اس سرزمین کی قدیم دانش قطع نظر مذہبی عقائد اور بلا امتیاز مذہب و ملت اس سرزمین کے تمام باشندگان کا مشترکہ ورثہ ہے جن کے اجداد یہاں کے قدیم باسی تھے یا جنہوں نے اس سرزمین کو اپنا لیا تھا۔

کرشن کمار پاٹھک

باب اوّل :

مراقبہ

جامع کلمہ :(1) روایاتِ علم ذات کے متعلق معلومات کی ابتدا کرتے ہیں۔
جامع کلمہ :(2) جملہ قلبی کیفیات کو سراسر مسدود کر دینا علم ذات
کہا گیا ہے۔
جامع کلمہ :(3) اُس وقت ناظر اپنی ہیئت میں مقیم ہو جاتا ہے۔
جامع کلمہ :(4) دیگر اوقات میں ناظر قلبی کیفیات صورت والا
سا رہتا ہے۔

تشریح: جب تک علم ذات یعنی یوگ کی مزاولت سے قلبی کیفیات
رُک نہیں جاتیں تب تک ناظر اپنی میلان طبع کے موضوع کے مطابق ہی اپنی
صورت اختیار کئے رہتا ہے اسے اپنی حقیقی ہیئت کا علم نہیں ہوتا۔ لہذا قلبی کیفیات
کا مسدود ہونا یوگ کا عمل لازم ہے۔

جامع کلمہ :(5) مذکورہ بالا قلبی کیفیات پانچ اقسام کی ہوتی ہیں اور
ہر ایک کیفیت کی دو ضمنی اقسام ہیں، ایک مزاحم
دوسری معاون۔

جامع کلمہ :(6) (1) تصدیق یا ثبوت (2) سہو یا خطا (3) قیاس
(4) خواب یا نیند اور (5) حافظہ یہ پانچ ہیں۔
جامع کلمہ :(7) نمایاں، استخراج اور الہام یہ تینوں تصدیق ہیں۔
تشریح :(1) نمایاں۔ قلب، عقل اور حواس خمسہ سے ظاہری

موضوعات کا جو شک و شبہ سے مبرّا علم ہوتا ہے وہ بدیہی تصدیق کی کیفیت ہے جن ظاہری مناظرات سے دنیاوی موضوعات میں فنا پذیری کا یقین ہو کر یا ان کو بالآخر اذیت کا سرچشمہ جان کر انسان کا دنیوی موضوعات میں رجحان کم ہو جاتا ہے وہ معاون ہیں اور جن سے دنیاوی کاروبار میں رغبت بڑھتی ہے وہ نمایاں ثبوت کی کیفیات مزاحم ہیں۔

(د) استخراج۔ کسی نمایاں مشاہدہ کے طفیل اور دلیل سے جو غیر حاضر موضوع کا علم ہوتا ہے وہ استخراجی تصدیق ہے۔ مثلاً دور کسی مقام پر دھواں اٹھتا دیکھ کر آگ کے وجود کا علم ہو جاتا ہے۔ ان میں بھی جو استخراجات انسان کو دنیوی کاروبار میں پھنساتے ہیں وہ مزاحم ہیں اور جو علم ذات میں یقین کو تقویت دیتے ہیں وہ معاون ہیں۔

(ہ) الہام۔ صحائف میں مندرج کلام الٰہی اور انبیاء سنتوں اور فقرا کا کلام جس کا علم نہ تو قلب، عقل اور حواس خمسہ کا مشاہدہ ہے اور نہ ہی استخراج سے حاصل ہوتا ہے ایسی خلقی تصدیق اسی کیفیت میں آتی ہے۔ جو کلام انسان کو مشاہدۂ باطن کی طرف راغب کرتا ہے (گیتا ۲۲/۵)[1] وہ معاون ہے۔ اور جو کلام عقبے میں جنت وغیرہ کا حسن بیان کر کے لوگوں کی رغبت غرضانہ افعال میں کراتا ہے مثلاً اس غرض سے خیرات وغیرہ دینا کہ عقبے میں اس کا اچھا اجر ملے گا وغیرہ۔ ایسے افعال حصول علم ذات کے لیے مزاحم ہیں کیوں کہ وہ غرض کا عنصر لیے ہوتے ہیں۔ اللہ کے واسطے کئے گئے نیک کام علم معرفت کے معاون ہیں۔

جامع کلمہ: (B) جو اس شے کے نام و نشان میں استقرار نہیں رکھتی ایسی موہوم آگاہی سہو ہے۔

تشریح: کسی بھی شے کی اصلی صورت کی شناخت نہ کر کے اسے کوئی دوسری شے سمجھ لینا، مغالطہ میں جو ایسا وقوف ہوتا ہے وہی سہو کی کیفیت ہے مثلاً سیپ میں چاندی کی آگاہی۔ یہ کیفیت بھی اگر دنیوی لذت میں رجحان پیدا کرنے

---

[1] اے ارجن! جتنے لذات حواس ہیں وہ سب تکلیف دہ ہونے کے باعث ہیں اور عارضی ہیں۔ اس لیے کوئی دانشمند ان پر التفات نہیں کرتا۔ (گیتا ۲۲/۵)

والی ہے تو مزاحم ہے اور اگر علم ذات یا وصل کی مزاولت میں عقیدہ کو پختہ کرنے والی اور اس طرف راغب کرنے والی ہے تو معاون ہے۔

جن ذرائع سے اصل آگاہی ہوتی ہے، انہیں سے غلط وقوف ہوتا ہے۔ یہ موہوم آگاہی بھی کبھی کبھی لذات دنیوی سے دست برداری کا موجب بن جاتی ہے۔ مثلاً لذات کے اسباب کی عارضی ماہئیت دیکھ کر، اندازہ کر کے یا سن کر ان کو سراسر موہوم تسلیم کر لینا یوگ کے نظریہ کے مطابق متضاد کیفیت ہے کیوں کہ یہ تغیر پذیر ہونے پر بھی موہوم نہیں ہیں تاہم یہ التفات لذات سے بے تعلقی پیدا کرنے والی ہونے کی وجہ سے معاون ہے۔

جامع کلمہ: (۹) جو آگاہی لفظ سے پیدا ہوئی، واقفیت کے ساتھ ساتھ ہوتی ہے اور جس کا موضوع سامنے موجود نہیں وہی قیاس ہے۔

تشریح: محض لفظ کی بنا پر جو موضوع کے نہ ہوتے ہوئے تصور کرنے والی کیفیت قلب ہے وہ قیاس ہے۔ یہ بھی اگر ترک علائق میں ممد ہو، یوگ کی مزاولت میں طلب اور حوصلہ افزا ہو اور علم ذات میں مددگار ہو تو معاون ہے ورنہ مزاحم ہے۔

صحائف میں درج مصدقہ کلام الٰہی سے پیدا ہونے والے خیالات کے علاوہ سنی سنائی باتوں کی بنا پر انسان جو لاشمار ارادے باندھتا ہے ان سب کو کیفیت قیاس کے تحت ہی سمجھنا چاہئیے۔

سہو کی کیفیت میں تو سامنے موجود اشیا کی صورت کی متضاد آگاہی ہوتی ہے اور قیاس کی کیفیت میں غیر موجود اشیا کا خیال لفظ کے ادراک سے وضع ہوتا ہے۔ یہی سہو اور قیاس میں فرق ہے۔

جامع کلمہ: (۱۰) نیستی کی آگاہی کو قبول کرنے والی کیفیت خواب یا نیند ہے۔

تشریح: جس وقت انسان کو آگاہی نہیں رہتی، محض عدم آگاہی کا ہی احساس رہتا ہے، وہ عدم آگاہی کا وقوف جس کیفیت قلب کے توسل

رہتا ہے۔ وہ خواب یا نیند کی کیفیت ہے۔ نیند بھی قلب کی ایک مخصوص کیفیت ہے، تبھی تو انسان گہری نیند سے بیدار ہو کر کہتا ہے مجھے آج ایسی گہری نیند آئی کہ دنیا و مافیہا کی خبر تک نہ رہی۔ اس یاد داشت کی کیفیت ہی سے اس امر کا ثبوت ملتا ہے کہ خواب یا نیند بھی ایک کیفیت ہے، ورنہ بیدار ہونے پر اس کی یاد داشت کیسے ہوتی ؟

جس نیند سے بیدار ہونے پر طالب کے حواس اور قلب میں سکون اور نیک خیالات بھر جاتے ہیں، کاہلی و سستی کا نام و نشان نہیں رہتا اور جو یوگ کی مزاولت میں سودمند مانی گئی ہے اور معاون ہے (گیتا ۶/۱۷)[1]، اور جو سستی، نیم خوابی اور غنودگی وغیرہ لاتی ہے وہ مزاحم ہے۔

جامع کلمہ (۱۱) حواس خمسہ سے محسوس کئے ہوئے موضوعات کا محو نہ ہو جانا یعنی ظاہر ہو جانا حافظہ ہے۔

تشریح، قبل الذکر تصدیق، سہو، قیاس اور خواب ان چار اقسام کی کیفیات کے ذریعۂ ادراک کئے ہوئے موضوعات کے جو تاثرات قلب میں پڑتے ہیں ان کا پھر سے کسی سبب کو پا کر نمو ہو جانا حافظہ ہے۔ مندرجہ بالا چار اقسام کی کیفیات کے علاوہ حافظہ کی خود کی کیفیت سے جو تاثرات قلب میں پڑتے ہیں ان سے پھر حافظہ کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔

جن یادوں سے انسان کا دنیوی لذات کو ترک کرنے کا رجحان پیدا ہوتا ہے، وصل یعنی یوگ کی مزاولت میں پختگی آتی ہے اور علم ذات کے حصول میں مددگار ہوتی ہیں، ان کے برعکس جن سے دنیوی لذات کی جانب رغبت بڑھتی ہے وہ مزاحم ہیں۔

بعض خواب کو بھی کیفیت حافظہ تسلیم کرتے ہیں لیکن خواب میں بیداری کی مانند تمام کیفیات کا ظہور دیکھا جاتا ہے اس لیے اس کا کسی ایک میں

---

[1] جس شخص کی غذا اور تفریح اعتدال کے ساتھ ہوتی ہے اور جو کام میں اعتدال کے ساتھ محنت کرتا ہے اور اعتدال کے ساتھ سوتا اور جاگتا ہے اس کو راحت دینے والا وصل (یوگ) حاصل ہوتا ہے (گیتا ۶/۱۷)

شمول موزوں نہیں سمجھا جاتا۔

جامع کلمہ: (12) ان کیفیات قلب کا مسدود کرنا شغل اور ترک لذات سے ہوتا ہے۔

تشریح: کیفیات قلب کو یہم مسدود کرنے کے لیے شغل اور ترک لذات یہ دو وسیلے ہیں۔ کیفیات قلب کی روانی معمولاً تاثرات کی قوت سے دنیوی لذت کی طرف ہے۔ ترک لذات ہی سے اس کا تدارک ہے۔ جس کے لیے شغل لازم ہوجاتا ہے۔ (گیتا 6/35 [ا])

جامع کلمہ: (13) ان دونوں میں سے جو عمل قلب کی استقامت کے لیے کیا جاتا ہے وہ شغل ہے۔

تشریح: جو فطرتاً ہی تغیر پذیر ہے ایسے قلب کو کسی ایک تفکر پر استوار کرنے کے لیے بار بار کوشش کرتے رہنا ایک طریق یا عمل پر گامزن ہونا ہے۔ صحائف میں اس کی متعدد اقسام بیان کی گئی ہیں۔ اس باب کے 32 ویں سے لے کر 39 ویں جامع کلمات تک عمل کی بعض انواع بیان کی گئی ہیں۔ ان میں سے جس طالب کے لیے جو آسان ہو، جس میں اس کا فطری رجحان ہو اور عقیدت ہو، اس کے لیے وہی مناسب ہے۔

جامع کلمہ: (14) لیکن شغل بہت عرصہ تک لگاتار اور تعظیم سے کلی طور پر اپنا لیے جانے پر ہی استوار حالت والا ہوتا ہے۔

تشریح: اپنی مراد کے شغل کو مستحکم کرنے کے لیے طالب کو چاہیئے کہ ریاض سے کبھی دل برداشتہ نہ ہو۔ یہ یقین کلی رکھے کہ کیا ہوا شغل کبھی لاحاصل نہیں ہوسکتا۔ شغل کی قوت سے انسان بلاشبہ اپنے نصب العین کو پالیتا ہے۔ اس امر کو ذہن نشین کر کے شغل کے لیے وقت کی میعاد نہ باندھے۔ تازیست شغل

[ا] اے ارجن! دل بے شک قرار نہیں پکڑتا اور مشکل سے قابو میں آتا ہے لیکن وہ شغل اور عشق حقیقی کے وسیلے سے قابو میں آجاتا ہے۔ (گیتا 6/35)

میں لگا ہے؛ نیز یہ خیال بھی رکھے کہ شغل میں توقف نہ ہو، شغل پیہم چلتا رہے اسی طرح شغل کی تحقیر نہ کرے، اس کی بے ادبی نہ کرے، بلکہ شغل ہی کو اپنی زندگی کا ایک اصول بنا کر نہایت عقیدت سے کلیتاً اسے کرتا ہے۔ اس طرح کا کیا ہوا، شغل ہی استوار ہوتا ہے۔ (گیتا 23/6 شرح)

جامع کلمہ: (15) دیدہ و شنیدہ موضوعات میں ہوس سے سراسر لاتعلق جو تسخیرِ قلب نام کی حالت ہے وہی ترک لذات ہے۔

تشریح: یہاں لفظ 'دیدہ' سے مراد قلبی کیفیات اور حواس کے ذریعہ صریحاً مشاہدہ میں آنے والی اس کائنات کی جملہ لذات کا اجتماع ہے۔ اسی طرح جو بظاہر حاصل ہیں لیکن جن کی عظمت کا بیان صحائف مثلاً وید، پران وغیرہ میں ہے اور ایسی لذات جن کا ذکر تجربہ کار اشخاص سے سنا جاتا ہے، ان پر لطف موضوعات کو لفظ 'شنیدہ' کے تحت لایا گیا ہے۔

جب قلب مذکورہ دونوں اقسام کی لذات کی ہوس سے آزاد ہو جاتا ہے، جب ان کو حاصل کرنے کا ارادہ سراسر تلف ہو جاتا ہے، خواہش سے تہی قلب کی ایسی حالت کو تسخیر کا نام دیا گیا ہے۔ یہ 'ترک صغیر' ہے۔

جامع کلمہ: (16) ذات کے علم سے قدرت (امتزاجِ صفات سہ گانہ) کی صفات میں جو ہوس کا سراسر نابود ہو جانا ہے وہ 'ترک کبیر' ہے۔

تشریح: قبل الذکر 'تسخیر قلب' نامی ترک سے جب طالب کی التفات موضوع کا فقدان ہو جاتا ہے اور اس کے قلب کی روانی یکساں طور سے اپنے تفکر کے احساس میں یکسو ہو جاتی ہے (دیکھو جامع کلمہ 12، باب سوم) اس کے بعد مراقبہ استوار ہونے پر ذات اور صفات کے فرق کی آگاہی نمو پاتی ہے۔

لے اور جو رنج کے تعلق کو قطع کرتا ہے اس کا نام وصل (یوگ) جاننا چاہیے۔ اس میں انسان کو استقلال اور ہمت کے ساتھ مصروف ہونا واجب ہے۔ (گیتا 23/6)

(دیکھو جامع کلمہ 35 باب سوم)، اس کے ہونے سے جب طالب کی صفات سہ گانہ یعنی ست[1]۔ رج۔ تم، اور ان کے عمل میں ذرا سی بھی ہوس نہیں رہتی (دیکھو جامع کلمہ 26 باب چہارم)، جب وہ سراسر مطمئن بالذات اور بے لوث ہو جاتا ہے (دیکھو جامع کلمہ 27 باب دوم) ایسی رغبت سے خالی بہم حالت کو "ترک کبیر"[2] کہتے ہیں۔ (گیتا 6/4)

جامع کلمہ (17) استدلال، سیر القلب یعنی فکر، کیف ادراک انانیت ان چاروں کی نسبت سے باہم ترکیب پائی ہوئی کیفیت قلب کا تصفیہ علم معرفت یعنی یوگ کی تجرید کی منزل ہے۔

تشریح: تجرید کے تفکر کے تین اسباب مانے گئے ہیں۔

(1) قابل اخذ یا قبول۔ حواس کے لطیف اور کثیف موضوعات۔

(2) اخذیت یا قبولیت۔ حواس اور علمی قوتیں۔

(3) آخذ یعنی قبول کرنے والا۔ عقل کے ساتھ ہم صورت ہوا نفس (دیکھو جامع کلمہ 41 باب اول)۔

جب قابل قبول کے کثیف موضوعات میں مراقبہ کیا جاتا ہے اور مراقبہ کے دوران جب تک لفظ، معنی اور آگاہی کا گماں حاضر رہتا ہے تب تک تو وہ مراقبہ با استدلال ہے، اور جب ان کا تصور نہیں رہتا تب وہی

---

[1] صفات یا گن تین ہیں (i) ستوگن یا ست یہ اعلیٰ صفت ملکوتی ہے (ii) رجوگن یا رج یہ درمیانی صفت شیطانی ہے یہ انسان کو دنیوی معاملات میں مصروف رکھتی ہے اور (iii) تموگن یا تم یہ ادنیٰ صفت ہے۔ عقل کو تیرہ کر کے کاہلی و آرام میں پھنساتی ہے۔ ست کی ماہیت نورکی ہے، رج کی فعل و حرکت اور تم کی ٹھہراؤ یا فنا۔ یہ تینوں اوصاف ہر شے میں ہر وقت موجود رہتے ہیں۔ اسی لیے ہی قدرت یعنی کائنات امتزاج صفات سہ گانہ کہی جاتی ہے۔

[2] جس وقت تمام واہمات کے ترک کرنے پر انسان کی توجہ محسوسات اور افعال کی طرف نہیں جاتی اس وقت وہ یوگ یا وصل میں کامل کہا جاتا ہے (گیتا 6/4)

لااستدلال کہا جاتا ہے۔ اسی طرح جب قابل قبول اور قبولیت کی لطیف صورت میں مراقبہ کیا جاتا ہے، اس وقت اس مراقبہ میں جب تک لفظ، معنی اور آگاہی کا قیاس قائم رہتا ہے تب تک وہ مراقبہ باسیرالقلب ہے اور جب ان کا قیاس نہیں رہتا تب وہی مراقبہ لاسیرالقلب کہا جاتا ہے۔ جب لاسیرالقلب یالافکر مراقبہ میں فکر کا راشتہ تو نہیں رہتا لیکن کیف کا احساس اور انانیت کا رشتہ رہتا ہے تب وہ کیف تابع مراقبہ ہے اور جب اس میں کیف کی آگاہی بھی ناپید ہو جاتی ہے تب وہی مراقبہ محض انانیت تابع سمجھا جاتا ہے۔ یہی لافکر مراقبہ کی پاکی ہے۔

جامع کلمہ: (18) موقوفی، خیال کا شغل جس کی مقدم حالت ہے
اور جس میں قلب کی ماہیت کا صرف نقش ہی
باقی رہتا ہے وہ وصل (یوگ) مختلف ہے۔

تشریح: طالب کو جب ترک کبیر کا حصول ہو جاتا ہے اس وقت قلب فطرتاً دنیاوی موضوعات کی طرف نہیں جاتا، وہ ان سے خود بخود بے اعتنا ہو جاتا ہے۔ اس بے اعتنائی کی حالت ہی کو یہاں موقوفی خیال کہا گیا ہے۔ اس بے اعتنائی کے احساس کا سلسلۂ شغل بھی جب منقطع ہو جاتا ہے اس وقت قلب کی جملہ کیفیات کا سراسر فقدان ہو جاتا ہے۔ (دیکھو جامع کلمہ 15 باب اول) محض آخری بے اعتنا حالت کے نقوش سے قلب مربوط رہتا ہے (دیکھو جامع کلمات 10-9 باب سوم) پھر نقوش۔ مسدود کے سلسلہ کا خاتمہ ہونے سے وہ قلب بھی اپنی علت میں جذب ہو جاتا ہے (دیکھو جامع کلمات 34-32 باب چہارم) لہٰذا امتزاج صفات (قدرت) کے ربط کا فقدان ہو جانے پر ناظر کا اپنی ہیئت میں قیام ہو جاتا ہے۔ اسی کو وصل لاتجرید یعنی وہ مقام جہاں دنیا کا حکم تک رہتا (دیکھو جامع کلمہ 51 باب اول) اور مقام نجات یا بقا کا کیف یا انتہا، ادراک انسانی وغیرہ اسماء سے تعبیر کیا گیا ہے (دیکھو جامع کلمہ 25 باب دوم، جامع کلمہ 50 باب سوم اور جامع کلمہ 34 باب چہارم)

جامع کلمہ: (19) لاجسم اور علت مادی میں جذب یوگیوں کا مذکورہ

بالا یوگ یعنی وصل ولادت لاحقہ یعنی پیدائش سے
جڑا ہوا کہلاتا ہے۔

تشریح: جو گزشتہ جنم میں وصل کا حصول کرتے کرتے لاجسم حالت میں پہنچ چکے تھے یعنی جسم کثیف کی پابندی سے رستگاری حاصل کر کے جسم کے باہر قائم ہونے کا جن کا شغل مستحکم ہو چکا تھا، جو عظیم لاجسمی' حالت کا حصول کر چکے تھے (دیکھو جامع کلمہ 43 باب سوم)' چنانچہ مزاولت کرتے کرتے جن کی رسائی مجذوب علت مادی/ (دیکھو جامع کلمہ 45 باب اول اور جامع کلمہ 48 باب سوم) مقام تک پہنچ چکی تھی، لیکن 'بقائے کیف' کے رتبہ تک پہنچنے سے پیشتر ہی جن کی وفات ہو گئی ان دونوں طرح کے یوگیوں کا دوبارہ جنم ہوتا ہے۔ ایسے ناکام طالب یوگ دوبارہ یوگیوں کے خاندان میں جنم لیتے ہیں، تب ان کو گزشتہ جنموں میں کیے گئے شغل سے متعلق تاثرات کے زیر اثر اپنی حالت کی یکلخت آگاہی ہو جاتی ہے اور وہ روایتی طریقت پر کاربند ہوئے بغیر ہی مراقبہ انتہا ادراک انسانی یا لاتخم مراقبہ کے مقام کا حصول کر لیتے ہیں۔ ان کا یہ مراقبہ تدبیر سے متعین نہیں ہوتا۔ لہٰذا اس کو 'ولادت لاحقہ' کہا گیا ہے۔ یعنی وہ ایسا مراقبہ ہے جس کی تکمیل کے لیے دوبارہ انسان کے جنم کا حصول ہی مقدم ہے، جملہ اشغال نہیں[1]
(گیتا 43-6/42)

جامع کلمہ: (20) دیگر طالبان کا جملہ قلبی کیفیات کو مسدود کر دینے
والا یوگ عقیدت، تحمل حافظہ، مراقبہ اور
عقل سلیم کے اتصال سے رفتہ رفتہ پایۂ تکمیل
کو پہنچتا ہے۔

---

[1] یا دانشمند یوگیوں کے خاندان میں پیدا ہوتا ہے مگر دنیا میں اس قسم کی تولید بہت نادر ہوتی ہے۔ (گیتا 6/42)

۔ اے ارجن! وہ وہاں پر سابق جسم کی قوت علمی کو حاصل کرتا ہے اور پھر کمال پانے کی سعی کرتا ہے۔ (گیتا 6/43)

تشریح: کسی بھی مزاولت میں التفات طبع ہونے اور غیر متزلزل تصور سے اس پر عمل پیرا ہونے کا بنیادی سبب عقیدت ہی ہے۔ عقیدت ہی کی کمی کی وجہ سے طالب کو مزاولت کے حصول میں تاخیر ہوتی ہے ورنہ نیک کام کی مزاولت میں تاخیر کی اور کوئی وجہ نہیں۔ اسی لیے عقیدت کا درجہ اولین ہے۔ عقیدت کے ساتھ طالب میں تحمل یعنی قلب و حواس اور جسم کی کما حقہ صلاحیت بھی ازحد لازمی ہے۔ عقیدت اور تحمل ان دونوں کا اتحاد ہونے پر طالب کی قوت حافظ قوی ہوجاتی ہے۔ اشتیاق بڑھ جاتا ہے لہٰذا اس میں یوگ کی مزاولت کے تاثرات بار بار آشکارا ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس کا قلب موضوعات سے لاتعلقی اختیار کرکے مجتمع ہوجاتا ہے۔ اسی کو مراقبہ کہتے ہیں (دیکھو جامع کلمہ 46 باب اوّل اور جامع کلمہ 3 باب سوم) اس سے حواس باطنی کا تزکیہ ہو جانے پر طالب کی عقل قائم بہ حق یعنی سچائی کو اپنانے والی ہوجاتی ہے (دیکھو جامع کلمہ 48 باب اول) اس مقام سے ترک کیہ کے حصول کے ساتھ اس کا مراقبہ انتہا ادراک انسانی کا وصل پایۂ تکمیل کو پہنچ جاتا ہے۔ گیتا میں کہا گیا ہے۔

> جو تیز فہم اور اہل ارادت ہے اور اپنے حواس
> پر غالب ہے وہ علم معرفت حاصل کرکے جلد سرور
> ابدی پاتا ہے۔ (گیتا 4/39)

جامع کلمہ: (21) جن کی مزاولت کی رفتار تیز ہے ان کو مراقبہ
اور اس کے ثمرہ صورت مقام انتہا ادراک
انسانی کا حصول جلد ہوجاتا ہے۔

تشریح: جن لوگوں کی مزاولت یعنی شغل اور ترک لذات تیزی سے چلتے ہیں، جو ہر طرح کی مزاحمتوں کو راستے سے ہٹا کر مزاولت میں کمربستہ رہتے ہیں، ان کو جلد ہی یوگ یعنی وصل کے مقام کا حصول ہوجاتا ہے۔ یہ علم ذات ادراک انسانی کا انتہائی مقام ہے۔

جامع کلمہ: (22) مزاولت کی کیفیت، معمولی درمیانی اور اعلے
درجات کی ہونے کے سبب تیز رفتاری سے

چلنے والوں میں مدت کی کمی بیشی ہو جاتی ہے۔

تشریح: کسی کا شغل کس درجہ کا ہے اس پر بھی یوگ کی تکمیل کا انحصار ہے کیونکہ عملی شغل اور ترک میں مستعد ہونے پر بھی ادراک اور میلان طبع کی کمی بیشی کے سبب مراقبہ کی تکمیل میں تفاوت ہونا قدرتی امر ہے۔ جس طالب میں عقیدت، قوت ادراک اور میلان طبع معمولی ہیں ان کی مزاولت سست رو ہے یا جس طالب میں یہ تینوں قدر زیادہ ہوتے ہیں ان کی مزاولت اوسط درجہ کی ہے اور جن میں یہ ازحد عروج پر پائے جاتے ہیں ان کی مزاولت اعلےٰ درجہ کی ہے۔ مزاولت میں عمل کی نسبت میلان طبع کی اہمیت زیادہ ہے۔ شغل اور ترک میں جو عملاً ظاہری صورتیں ہیں وہ تو مزاولت کی 'رفتار' ہے اور جو اس کی قلبی کیفیت یعنی باطنی صورت ہے وہ مزاولت کا 'درجہ' ہے۔

عام طور پر دیکھا جاتا ہے کہ ایک ہی کام کے لیے یکساں طور پر کوشش کیے جانے پر بھی، جو اس کی تکمیل میں زیادہ یقین رکھتا ہے، جس شخص کو اس کام کے کرنے کے ڈھب کا بہتر علم ہے اور جو اسے اشتیاق اور حوصلے کے ساتھ بلا اکتائے کرتا رہتا ہے، وہ دوسروں کی نسبت اسے جلد پورا کر لیتا ہے۔ یہی امر مراقبہ کی تکمیل میں بھی ذہن نشین کر لینا چاہیئے۔

مراقبہ کے حصول کے لیے مزاولت کرنے والوں میں جس کا شغل، عقیدت، قوت ادراک اور میلان طبع وغیرہ مقدمات کے اسباب جتنے اعلےٰ درجہ کے ہیں جس کی رفتار جتنی تیز ہے، اسی کے مطابق جلد یا جلد تر مراقبہ کا حصول کر سکے گا۔ اس لیے طالب کو چاہیئے کہ ہمیشہ اپنی مزاولت کو بے عیب رکھے اور اس امر کا خاص خیال رکھے کہ اس میں کسی طرح کبھی بھی بے دلی نہ آنے پائے۔

جامع کلمہ: (23) اس کے علاوہ ذات مطلق کے تصور سے بھی مراقبہ انتہا، ادراک انسانی کی تکمیل ہو سکتی ہے

تشریح: قادر مطلق کی عبادت یعنی اس کو اپنا ملجا و ماویٰ بنا لینے کو 'ایشور کے دھیان' یا تصور ذات مطلق کا نام دیا گیا ہے۔ (دیکھو جامع کلمہ 1 باب دوم) اس سے بھی مراقبہ لاتخم یعنی وصل لاتجرید کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ کیوں کہ

قادر مطلق کی قدرت کاملہ ہے۔ وہ اپنی پناہ میں آئے ہوئے پرستار پر خوش ہوکر اس کے ارادہ سے متعلق سب کچھ عطا کرسکتا ہے۔ (گیتا ¹ 4/11)

جامع کلمہ: (24.) جو زحمت، فعل، ماحصل اور دلالت کے رشتہ سے مبرّا کُل خلائق سے برتر ذات باری تعالیٰ ہے وہ قادر مطلق (ایشور) ہے۔

تشریح: جہل، انانیت، رغبت، نفرت اور خوف مرگ یہ پانچوں زحمات ہیں۔ ان کا تفصیل سے بیان باب دوم کے تیسرے سے نویں جامع کلمات میں کیا گیا ہے۔ افعال چار قسم کے ہیں ثواب، گناہ، گناہ و ثواب سے مخلوط اور گناہ و ثواب سے مبرّا۔ جن افعال سے کسی کو نفع اور کسی کو نقصان پہنچے ایسے عوام الناس کے افعال گناہ و ثواب سے مخلوط ہوتے ہیں۔ چونکہ یوگیوں کے افعال ثمرہ کی خواہش کے بغیر اور بے غرضانہ کار خیر ہوتے ہیں اس لیے ایسے افعال گناہ و ثواب سے مبرّا ہوتے ہیں (دیکھو جامع کلمہ 7 باب چہارم) افعال کے ثمرہ کو ماحصل یا مآل کار کہا جاتا ہے (دیکھو جامع کلمہ 13 باب دوم) اور افعال کے تاثرات دلالت ہیں (دیکھو جامع کلمہ 12 باب دوم) کل خلائق کا ان چاروں سے ازلی رشتہ ہے باوجودیکہ واصل کا بعد میں ان سے رشتہ منقطع ہو جاتا ہے تاہم پہلے تو رشتہ تھا ہی لیکن قادر مطلق کا تو کبھی بھی ان سے رشتہ نہ تھا، نہ ہے اور نہ ہوگا۔ اس وجہ سے واصل افراد سے بھی قادر مطلق برتر ہے۔ 'کل خلائق سے برتر' کلمہ کا یہی مفہوم ہے۔

جامع کلمہ: (25.) اس (قادر مطلق) میں علم کی برتری معرفت کُل کی دلیل ہے۔

تشریح: جس سے بڑھ کر کوئی نہ ہو اسے برتر کہتے ہیں۔ خدا علم کی انتہا ہے۔ اس کا علم سب سے بڑھ کر ہے، اس سے بڑھ کر کسی کو بھی علم نہیں اس لیے اسے خدائے تعالیٰ کہا جاتا ہے۔ جس طرح قادر مطلق میں علم کا اوج کمال ہے اسی

¹ جو لوگ جس طرح میرے طالب ہوتے ہیں ان کو میں ویسا ہی نتیجہ دیتا ہوں۔ اے ارجن! سب لوگ میرے ہی راستہ پر چلتے ہیں۔ (گیتا 4/11)

طرح راہِ راسخ (مذہب یا دھرم)، ترک، شانِ کبریائی، قدرتِ مطلقہ وغیرہ کی انتہا کی اساس بھی اسی کو سمجھنا چاہیئے۔

جامع کلمہ: (26.) وہ یعنی قادرِ مطلق جملہ اسلاف کا بھی مُرشد ہے، کیوں کہ وہ زمان کی قید سے بالا ہے۔

تشریح: کائنات کے آغاز میں پیدا ہونے کے سبب سب کا مرشد خالق کائنات (برہما) کو مانا گیا ہے۔ لیکن وہ بھی زماں کی قید میں آتا ہے۔ (گیتا 8/17)[1] قادرِ مطلق بذات خود ازلی اور کل کا منبع ہے (گیتا 3-2/10)[2] وہ زماں کی قید سے سراسر بالا ہے۔ وہاں تک زماں کی رسائی نہیں ہے کیوں کہ وہ زماں پر فائق ہے اس لیے وہ جملہ اسلاف کا مرشد یعنی سب سے افضل، سب سے قدیم اور سب کو ہدایت دینے والا ہے۔

جامع کلمہ: (27.) اس قادرِ مطلق کے نام کی ندائی صورت 'اوم' (ॐ) کا نقش ہے۔

تشریح: اسم اور مسمی کا رشتہ گہرا اور ازلی ہے اس لیے صحائف میں اسم کے ذکر بالقلب کی بڑی عظمت ہے۔ گیتا میں ذکر بالقلب کو تمام ریاضتوں سے اعلے بتلایا گیا ہے۔ (گیتا 10/25)[3]۔ 'اوم' اس قادر مطلق کا ویدوں میں ذکر کردہ نام ہونے کی وجہ سے اولین ہے۔ (گیتا 17/23)[4] یہی وجہ ہے کہ یہاں اس کا ہی ذکر کیا گیا ہے۔ ورنہ قادرِ مطلق کے دیگر جتنے بھی نام ہیں اس کے ورد (جپ) کا

---

[1] جو برہما کے ہزار جگ کے دن اور ہزار جگ کی رات کو جانتے ہیں وہ دن اور رات کو جانتے ہیں۔ (گیتا 8/17)

[2] میری حقیقت کو دیوتا اور مہرشی نہیں جانتے اس وجہ سے کہ میں سب دیوتاؤں اور مہرشیوں کا مبدا ہوں۔ میں پیدائش اور فنا سے بری اور عالم کا صاحب ہوں۔ جو دانشمند انسان مجھے جان لیتا ہے وہ گناہوں سے رہائی پاتا ہے۔ (گیتا 3-2/10)

[3] میں مہرشیوں میں بھرگو ہوں، الفاظ میں اوم، ریاضتوں میں جپ ریاضت اور پہاڑوں میں ہمالیہ ہوں (گیتا 10/25)

[4] زمانہ قدیم میں برہم (ذات مطلق) کے اسم اعظم اوم۔ تت۔ ست کا تصور تین طرح پر کیا گیا اور اس سے برہمن، وید اور یگ (ریاضت) بنائے گئے (گیتا 17/23)

ثمرہ بھی وہی ہے۔ ہندوؤں میں رام، کرشن، شِو وغیرہ کا ورد اور مسلمانوں میں اللہ کی کسی صفت کا وظیفہ اسی زمرہ میں آتا ہے۔ جس طرح اللہ کا ورد سب سے اعلےٰ ہے۔ اسی طرح اوم کا جپ سب سے افضل ہے۔

جامع کلمہ: (28) اس 'اوم' کے نقش کا ذکر القلب اور اس کے معنی صورت قادر مطلق کا مراقبہ کرنا چاہیئے۔

تشریح: یہی قبل الذکر (دیکھو جامع کلمہ 23 باب اول) قادر مطلق کا مراقبہ یعنی قادر مطلق کی عبادت یا اس کی پناہ میں جانا ہے۔ قادر مطلق کی عبادت کے دیگر متعدد طریقے بھی ہیں لیکن تمام اشغال میں اعلےٰ ترین ہونے کی وجہ سے جامع کلمہ کے مصنف نے محض 'اوم' کے اسم اعظم کے ورد صورت ایک ہی کا بیان کیا ہے کیوں کہ 'اوم' اس ذات پاک کو معہ اس کے شہود کے ظاہر کرتا ہے۔ گیتا میں اس کا ذکر آیا ہے۔ (گیتا 13 - 8/12[1]) یہ ایک دلالت ہے کہ قادر مطلق کی عبادت کے تمام اشغال اس کی خوشی کا باعث ہونے کی وجہ سے وصل لاتجرید کی تکمیل کا سبب ہیں۔ یعنی قادر مطلق کی عبادت کی جملہ انواع خواہ وہ کسی بھی نوعیت کی ہوں ان کا شمول اس میں ہے۔

جامع کلمہ: (29) قبل الذکر کی مزاولت سے مزاحمتوں کی نیستی اور روح کی ہئیت کا علم ہوجاتا ہے۔

تشریح: آئندہ دو جامع کلمات میں مزاحمتوں کا بیان تفصیل سے دیا گیا ہے۔ قادر مطلق کی یاد اور وظیفہ سے ان کا خود بخود اتلاف ہوجاتا ہے اور روح کی ہئیت کا علم ہو کر وصل لاتجرید یا لاانتزاع کا حصول ہوجاتا ہے۔ اس لیے یہ مراقبہ انتہاء ادراک انسانی کا نہایت سہل طریقہ ہے۔

جامع کلمہ: (30) عارضہ، کاہلی، ابہام، غفلت، تاخیر، بےقراری، مغالطہ، ابتدائی لاحصولیت اور تلون یہ نو

---

[1] جو سب دروازوں کو بند کرکے دل کو قلب میں روک کر اور نفس کو ام الدماغ میں ٹھہرا کر یوگ کا شغل کرتے ہوئے اور اوم کا اسم اعظم کہتے ہوئے جسم کو ترک کر جاتا ہے وہ میری منزل تک پہنچتا ہے (گیتا 13-8/12)

انتشارات قلب ہیں، یہی اخلال ہیں۔

تشریح: یوگ کی مزاولت میں مصروف شاغل کے قلب میں انتشار پیدا کر کے اس کے خیالات کو منتشر کرنے والے مندرجہ ذیل نو یوگ کی راہ میں خلل مانے گئے ہیں۔

(1) جسمانی، نفسیاتی اور قلبی کسی بھی طرح کا عارضہ پیدا ہو جانا۔

(2) سستی یعنی مزاولت میں ذوق طبع کا نہ ہونا کاہلی ہے۔

(3) اپنے مقدور یا یوگ کے ماحصل میں شک وشبہ ہونے کا نام ابہام ہے۔

(4) یوگ کی مزاولتوں کی تعمیل و تکمیل میں لاپرواہی کرتے رہنا غفلت ہے۔

(5) تیرگئی عقل (تموگن یا تم) کی زیادتی کے باعث ذہن اور جسم میں بھاری پن ہونا اور اس کی وجہ سے مزاولت میں رغبت نہ ہونا تاخیر یعنی بے دلی ہے۔

(6) موضوعات کے ساتھ حواس کا ربط ہونے سے اور ان میں رغبت ہو جانے کی وجہ سے قلب میں ترک کا فقدان ہو جانا بے قراری ہے۔

(7) یوگ کی مزاولت کو کسی وجہ سے برعکس سمجھ لینا یعنی یہ مزاولت درست نہیں ایسا باطل خیال مغالطہ ہے۔

(8) مزاولت کرنے پر بھی یوگ کے ابتدائی مقامات یعنی مزاولت میں قیام کا حصول نہ ہونا ابتدائی لاحصولیت ہے اس سے شاغل کا اشتیاق کم ہو جاتا ہے۔

(9) یوگ کی مزاولت کے کسی مقام پر قلب کا قیام ہو جانے پر بھی اس کا نہ ٹھہرنا تلون ہے۔

ان نو طرح کے قلبی انتشارات ہی کو مزاحمت، خلل، یوگ کے حریف وغیرہ اسماء سے یاد کیا جاتا ہے۔

جامع کلمہ: (31) اذیت، قلق، لرزۂ عضو، سانس کی داخلی اور خارجی حالت سے متعلق مداخلت، یہ پانچ اخلال انتشارات کے ہمراہ ہونے والے ہیں۔

تشریح: (1) اذیت۔ اذیتیں تین اقسام کی ہیں۔

(1) النفس۔ وہ اذیت جو ایک جاندار کو اپنے جسمانی

ہیجان کے باعث پہنچتی ہے۔ مثلاً جسمانی یا ذہنی عارضہ وغیرہ

(ب) الہیہ ۔ وہ اذیت جو   کی جانب سے عناصر کا توازن بگڑ جانے سے پہنچتی ہے مثلاً آگ لگ جانا، سیلاب، زلزلہ وغیرہ آنا۔

(ج) الخلائق ۔ وہ اذیت جو ایک ذی جان کو دوسرے ذی جان سے پہنچتی ہے مثلاً شیر، مگرمچھ، سانپ وغیرہ دوسروں کو کھا جاتے ہیں یا ہلاک کر دیتے ہیں۔

(2) قلق ۔ تکمیل خواہش نہ ہونے پر دل میں جو کرب پیدا ہوتا ہے۔

(3) لرزۂ عضو ۔ اعضا کا پھڑکنا۔

(4) سانس کی آمد سے متعلق ۔ بلا خواہش ہی بیرونی ہوا کا اندر داخل ہو جانا یعنی سانس کے بیرونی تعطل میں خلل پیدا ہو جانا مثلاً آہ بھرنا

(5) سانس خارج کرنے سے متعلق ۔ بلا خواہش ہی اندرونی ہوا کا خارج ہونا یعنی سانس کے اندرونی تعطل میں خلل واقع ہو جانا مثلاً ڈکار آنا۔

مندرجہ بالا پانچوں اخلال منتشر قلب ہی میں ہوتے ہیں۔ مجتمع قلب میں نہیں ہوتے۔ اسی لیے ان کو انتشارات کے ساتھ ساتھ ہونے کہا گیا ہے۔ یہ جسم کے بے اختیاری افعال ہیں۔ جب قلب مجتمع ہو جاتا ہے تب ان کا عمل بھی رک جاتا ہے۔

جامع کلمہ: (32) ان کو دور کرنے کے لیے 'یک مدعا' کا شغل کرنا چاہیئے۔

تشریح: مذکورہ بالا دونوں طرح کے اخلال کا ازالہ قادر مطلق کو اپنا ملجا و ماویٰ بنا لینے سے تو ہوتا ہی ہے اس کے علاوہ اس جامع کلمہ میں یہ دوسری تدبیر بتلائی گئی ہے۔ مراد یہ ہے کہ کسی ایک موضوع پر قلب کو قائم کرنے کی بار بار کوشش کرنے سے بھی یکسوئی پیدا کر کے اخلال کا استیصال کیا جا سکتا ہے۔

جامع کلمہ: (33) مسرور، رنجیدہ، پارسا اور عاصی ۔ یہ چاروں جن

کے سلسلہ وار موضوع میں ایسی موافقت، رحمدلی،
انبساط اور بے توجہی کے پاس ولحاظ سے قوت
مدرکہ یعنی قلب کا تزکیہ ہو جاتا ہے۔

تشریح، شادماں اور مطمئن اشخاص میں موافقت، رنجیدہ خاطر اشخاص میں دردمندی، متقی اور پرہیزگاروں میں مسرت اور گناہگاروں میں بے اعتنائی کا پاس ولحاظ رکھنے پر قلب سے کینہ، نفرت، حسد، غصہ جیسی غلاظتیں کافور ہو کر قلب پاک وصاف ہو جاتا ہے۔

جامع کلمہ، (34) ایسا بھی ہوتا ہے کہ بادحیاتی یعنی سانس کو
بار بار باہر نکالنے اور روکنے کی مشق سے بھی
قوت مدرکہ کا تزکیہ ہو جاتا ہے۔

تشریح، بار بار بادحیاتی یعنی سانس کو جسم سے باہر نکالنے اور حسب استعداد اس کو باہر ہی روکے رکھنے کی مشق سے دل کی صفائی ہوتی ہے اور اس سے جسم کے رگ وریشہ کی غلاظت کا بھی خاتمہ ہو جاتا ہے۔

جامع کلمہ، (35) یا لامسہ، ذائقہ، باصرہ، لامسہ اور سامعہ موضوعات
والی التفات طبع پیدا ہو کر قلب کو مجتمع کرنے والی
ہو جاتی ہے۔

تشریح، اس جامع کلمہ میں ان کمالات کی جانب اشارہ ہے جن کا ذکر باب سوم کے 36 ویں جامع کلمہ میں آتا ہے اور جن کا حصول علم ذات کی تکمیل سے پہلے ہو جاتا ہے۔ لہٰذا شغل کرتے کرتے طالب کو سماوی موضوعات کا احساس ہونے لگتا ہے۔ اس قلبی کیفیت کا نام 'موضوعات والی التفات طبع' ہے۔ ایسی رغبت کے پیدا ہونے سے طالب کا یوگ کی راہ میں عقیدہ پختہ اور ہمت بڑھ جاتی ہے جو فکر ذات کے شغل میں قلب کو قائم کرنے میں معاون بن جاتی ہے۔

جامع کلمہ، (36) اس کے علاوہ اگر پرسکون نورانی التفات
طبع پیدا ہو جائے تو وہ بھی استقرار قلب

والی ہوتی ہے۔

تشریح، شغل کرتے کرتے طالب کو اگر پُرسکون نورانی رغبت کا احساس ہوجائے تو وہ بھی قلب کو قائم کرنے والی ہوتی ہے۔

جامع کلمہ: (37) تارک الدنیا کو موضوع بنا کر شغل کرنے والے قلب کو بھی استقرار حاصل ہوتا ہے۔

تشریح، جن اشخاص کی رغبت۔ نفرت سراسر ختم ہو چکی ہے، ایسے گوشہ نشینوں کو مقصود بنا کر مزاولت کرنے والا قلب بھی قائم ہوجاتا ہے۔

جامع کلمہ: (38) خواب یا نیند میں ہونے والی آگاہی سے وابستہ رہنے والا قلب بھی قائم ہوسکتا ہے۔

تشریح، خواب میں کوئی فوق الفطرۃ احساس ہوا ہو مثلاً اپنے محبوب و معبود کا دیدار وغیرہ تب اس کو یاد کرکے ویسا ہی شغل کرنے سے قلب ساکن ہوجاتا ہے۔ یا گہری نیند میں محض قلب کی کیفیات ہی کی آگاہی رہتی ہے کسی بھی شئے کا احساس نہیں ہوتا، اسی طرح تمام کیفیات کو مسدود کرکے ان کی نیستی کی آگاہی سے وابستہ رہنے سے یعنی اس کو نصب العین بنا کر مزاولت سے بھی بہ آسانی ہی قلب ساکن ہوجاتا ہے۔ جن لمحات میں تیرگی عقل (تموگن یا تم) کا ظہور ہوتا ہے ان میں یہ مزاولت نہیں کرنی چاہئے۔ جس وقت قلب میں صفت ملکوتی (ستوگن یا ست) کا غلبہ ہوا ہو اس وقت یہ مشق زیادہ سود مند ہوتی ہے۔

جامع کلمہ: (39) جس کو جو پسندیدہ ہو اس کے مراقبے سے بھی قلب قائم ہوجاتا ہے۔

تشریح، قبل الذکر اشغال میں سے کوئی بھی مزاولت کسی طالب کے موافق نہ آتی ہو تو اس کو اپنی پسند کے مطابق اپنے معبود کا مراقبہ کرنا چاہئے یعنی اپنی پسند کے مطابق اپنے معبود کا تفکر یا دھیان کرنے سے بھی قلب قائم ہوجاتا ہے۔

جامع کلمہ: (40) اس وقت اس کا جزو قلیل سے لے کر

عظیم ترین شئے پر غلبہ ہو جاتا ہے۔

تشریح۔ مزاولت کرتے کرتے جب طالب کے قلب میں استقرار کی کما حقہ صلاحیت کا حصول ہو جاتا ہے، اس وقت طالب اپنے قلب کو لطیف ترین موضوع سے لے کر عظیم ترین شئے تک خواہ جہاں میں چاہے فوراً قائم کر سکتا ہے۔ اس کا قلب مکمل طور پر مطیع ہو جاتا ہے۔ قلب میں قیام کی صلاحیت پختہ ہو جانے کی پہچان بھی یہی ہے۔

جامع کلمہ (41) جس کی تمام خارجی کیفیات پژمردہ ہو چکی ہیں ایسے گوہر بلوریں کے مانند شفاف قلب کا جو قبول کنندہ یعنی آخذ (نفس یا فردیت)، قبولیت یعنی اخذیت (حواس اور علمی قوتیں) اور مقبول یعنی قابل اخذ (حواس کے کثیف اور لطیف موضوعات) میں قائم ہو کر یک ہیئت یعنی مستغرق ہو جاتا ہے، یہی مراقبۂ تجرید یا لنظریت (Abstractness) ہے۔

تشریح۔ قبل الذکر شغل کرتے کرتے جب طالب شفاف گوہر بلوریں کی مانند پاک ہو جاتا ہے، جب اس کی مقصود کے علاوہ کل خارجی کیفیات ساکن ہو جاتی ہیں اس وقت طالب حواس کے کثیف یا لطیف موضوعات کو (دیکھو جامع کلمہ ۴۴ باب سوم) یا قلب اور حواس کو (دیکھو جامع کلمہ 47 باب سوم) یعنی عقل میں مقیم ذات کو (دیکھو جامع کلمہ 49 باب سوم) غرضیکہ جس کسی بھی مقصود شئے کا بخوبی علم ہو جاتا ہے اور اس کے بارے میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں رہتا۔ اس مراقبہ کا ذکر اسی باب کے 17 ویں جامع کلمہ میں بھی آیا ہے۔ وہاں استدلال، فکر، کیف اور فردیت ان چاروں کی نسبت سے ہونے والے وصل (یوگ) کو تجرید بتلایا گیا ہے۔

اس جامع کلمہ میں قلب کی تشبیہ نہایت شفاف گوہر بلوریں سے دی گئی ہے۔ جس طرح گوہر بلوریں کے سامنے جیسی شئے مثلاً نیلے زرد یا سرخ رنگ کی رکھی جائے تو وہ ویسا ہی معلوم پڑتا ہے، اسی طرح قلب کی جب ہر طرح کی صفات

شیطانی (رجوگن یا رج) اور تیرگیٔ عقل (تموگن یا تم) کیفیات پژمردہ ہو جاتی ہیں تب وہ حق کے نور اور صفت ملکوتی (ستوگن یا ست) کیفیات کے فروغ پانے سے اتنا پاک ہو جاتا ہے کہ اسس کو جس شئے میں بھی لگا دیں اسس کے ساتھ یک رنگ ہو کر اسس کی حقیقت کو پا جاتا ہے خواہ وہ مقبول یعنی لطیف وکثیف موضوعات ہوں یا قبولیت یعنی حواسس اور علمی قوتیں ہوں یا قبول کنندہ یعنی جزویت ہو۔

جامع کلمہ: (42) ان مراقبوں میں لفظ، معنی اور آگاہی ان تینوں تصورات سے نفوذ پذیر مراقبہ با استدلال مراقبہ ہے۔

تشریح: مقبول یعنی قوت مدرکہ اور حواسس کے ذریعہ قبول کئے جانے والے موضوعات دو قسم کے ہوتے ہیں (1) کثیف اور (2) لطیف (ان میں سے کسی ایک کثیف موضوع کو نصب العین بنا کر اسس کی ہیئت کو جاننے کے لیے جب شاغل اپنے قلب کو اسس میں لگاتا ہے تب ابتدا میں ہونے والے احساس میں اس شئے کے نام، شکل اور علم کے تصورات کی آمیزش رہتی ہے یعنی اسس کی ہیئت کے ساتھ ساتھ اسس کا اسم اور آگاہی بھی قلب میں محو پائے رہتے ہیں۔ لہٰذا اس مراقبہ کو استدلال یعنی دلالت سے مربوط مراقبہ کہتے ہیں۔ اسس کا دوسرا نام وصل با قیاس بھی ہے۔

جامع کلمہ: (43) لفظ اور آگاہی کے حافظہ کے بخوبی پژمردہ ہو جانے پر اپنی قبولیت والی ہیئت سے تہی سی ہوئی محض مقصود کی ہیئت کو آشکار کرنے والی کیفیت قلب 'مراقبہ لا استدلال' ہے۔

تشریح: قبل الذکر حالت کے بعد جب شاغل کے قلب میں مقصود شئے کے اسم کا حافظہ پژمردہ ہو جاتا ہے اور اسس کو موضوع قرار دینے والی کیفیت قلب کی بھی یاد باقی نہیں رہتی، تب اپنی قبولیت یعنی اخذ کرنے کی صلاحیت والی ہیئت کا بھی قیاس نہ رہنے کے سبب اپنی ہستی کے کالعدم ہونے کی سی حالت ہو جاتی ہے۔ اسس وقت ہر طرح کے قیاسات کا فقدان ہو جانے کی وجہ سے محض موضوع تفکر کے ساتھ یک ہیئت ہوا قلب مقصود کو آشکار کرتا ہے۔ اس حالت

کو 'مراقبہ لا استدلال' کہا جاتا ہے۔ چونکہ اس میں لفظ اور آگاہی کا کوئی قیاس نہیں رہتا اس لیے اسے مراقبہ لاقیاس بھی کہتے ہیں۔

جامع کلمہ: (44) اس سے یعنی قبل الذکر بااستدلال ہی کے
بیان سے لطیف موضوعات میں کئے جانے والے
بافکر اور لافکر مراقبوں کا بھی بیان کیا گیا۔

تشریح: جس طرح کثیف مقصود موضوعات میں کئے جانے والا مراقبہ دو طرح کا ہوتا ہے اسی طرح لطیف مقصود موضوع کی حیثیت کی اصل حقیقت جاننے کے لیے اس میں استقرار قلب کیا جاتا ہے، تب اولین اس کے نام، شکل اور آگاہی کے قیاس سے مربوط احساس ہوتا ہے وہ حالت بافکر مراقبہ کی ہے، بعد ازیں جب نام اور آگاہی یعنی قلب کی بچی بھی فرو گذاشت ہو کر محض مقصود موضوع ہی کا احساس باقی رہ جاتا ہے وہ حالت لافکر مراقبہ کی ہے۔

جامع کلمہ: (45) لطیف موضوعات (یعنی لطیف موضوعات جن
کا بیان بافکر اور لافکر مراقبہ میں کیا گیا ہے۔)
کی انتہا جوہر ابتدائی ہے۔

تشریح: خاک کا لطیف موضوع شامہ، آب کا ذائقہ، آتش کا باصرہ، باد کا لامسہ اور خلا کا سامعہ، یہ عنصری خاصیتیں ہیں۔ ان سب کا اور ادراک کے ساتھ حواس کا لطیف موضوع پندار خودی ہے۔ پندار خودی کا اور عنصر کیہ کا لطیف موضوع یعنی مبدا، جوہر ابتدائی ہے۔ اس کے آگے کوئی لطیف موضوع نہیں ہے۔ وہی لطافت کی انتہا ہے۔ لہٰذا جوہر ابتدائی تک کسی بھی لطیف موضوع کو مدعا بنا کر اس میں کئے ہوئے مراقبہ کا شمول بافکر اور لافکر مراقبہ میں ہوتا ہے۔ اگرچہ ذات جوہر ابتدائی سے بھی لطیف ہے لیکن وہ مرئی موضوعات میں سے نہیں ہے۔ اس لیے ایسا مراقبہ اس میں نہیں آتا۔

جامع کلمہ: (46) یہ مذکورہ بالا چاروں ہی 'باتخم مراقبہ'
کہلاتے ہیں۔

تشریح: ظاہری عمل پذیری جوہر ابتدائی جو مقبول، قبولیت اور قبول

کنندہ صورت مرئی مجموعہ ہے اسی کا نام تحم یا پشتہ ہے۔ اسی لیے اس کی ثابت سے کیا جانے والا مراقبہ، مراقبہ با تحم، با پشتہ یا مراقبہ تجرید یا نظریت ہے۔

لا استدلال اور لا فکر مراقبے لا قیاس ہونے پر بھی لا تحم نہیں ہیں۔ یہ سب کے سب با تحم مراقبے ہی ہیں، کیوں کہ ان میں تحم صورت کسی نہ کسی مدعا کو موضوع بنانے والی کیفیتِ قلب کا وجود سا رہتا ہے۔ اس لیے کل کیفیات کے قطعی طور پر مسدود نہ ہونے کی وجہ سے ان مراقبوں میں انسان بقا کے کیف کے فیض سے محروم رہتا ہے۔

جامع کلمہ: (47) لا فکر مراقبہ کے نہایت پاک ہونے پر واصل (یوگی) کو روحانی بخشش نصیب ہوتی ہے۔

تشریح: لا فکر مراقبہ کی مزاولت سے جب شاغل کے قلب کی حالت سراسر پاک ہو جاتی ہے، اس کی کیفیت مراقبہ میں ذرہ بھر بھی کثافت نہیں رہتی اس وقت شاغل کا ذہن نہایت پاک و صاف ہو جاتا ہے۔ (دیکھو جامع کلمہ باب سوم)

جامع کلمہ: (48) اس وقت واصل کی عقل قائم بر حق ہوتی ہے۔

تشریح: اس وقت واصل کا ذہن شئے یعنی ذات کی حقیقی صورت کو قبول کرنے والا ہوتا ہے، اس میں شک و شبہ کا شائبہ تک نہیں رہتا۔

جامع کلمہ: (49) سماعت اور استخراج سے ہونے والی فہم کے مقابلہ میں اس قائم بر حق عقل کا مقصد استثنائی ہے، کیونکہ یہ مختص مقصود رکھتی ہے۔

تشریح: وید یا دیگر صحائف اور عارفوں کے اقوال سے شئے یعنی ذات کی معمول کو آگاہی ہوتی ہے۔ مکمل یعنی مطلق علم نہیں ہوتا اسی طرح استخراج سے بھی عام آگاہی ہوتی ہے۔ زیادہ تر لطیف موضوعات میں تو استخراج کی رسائی ہی نہیں ہوتی۔ اس لیے وید اور صحائف میں کسی شئے کی حیثیت کا بیان پڑھنے یا سننے سے اس کے بارے میں جو عقیدہ قائم ہوتا ہے وہ فہم السماعت ہے، اسی طرح استخراج کی تصدیق سے شئے کی ہیئت کا جو تجزیہ کیا جاتا ہے وہ 'فہم الستخراج' ہے۔ یہ دونوں طرح کی کیفیات عقل شئے کی ماہیت کا عام صورت ہی سے مضمون کرتی

ہیں، ان کا مکمل علم بہ متلازم ان سے بن نہیں پڑتا۔ لیکن عقل قائم بہ حق سے شئے کی ہیئت کا صحیح اور مکمل بہ متلازم علم ہو جاتا ہے، اس لیے یہ ان دونوں اقسام کی افہام کی نسبت خوب تر ہے۔

جامع کلمہ (50) اس سے یعنی عقل قائم بہ حق سے پیدا ہونے والا تاثر دیگر تاثرات کو مسدود کرتا ہے۔

تشریح: انسان جس کسی چیز کا احساس کرتا ہے اور جو کچھ بھی فعل کرتا ہے ان سب کے تاثرات قلب میں جمع ہوتے رہتے ہیں۔ اسی کو یوگ کی اصطلاح میں 'دلالت فعل' یعنی علت و معلول کی مطابقت (دیکھو جامع کلمہ 12، باب دوم) کہا جاتا ہے۔ یہی انسان کو چرخ دنیوی پر سرگرداں رکھنے والے اہم وجوہ ہیں۔ ان کے اتلاف سے انسان کو نجات کا حصول ہوتا ہے۔ عقل قائم بہ حق کی نمود سے جب انسان کو کائنات کی حقیقی صورت کی آگاہی ہو جاتی ہے، تب معمولاً اس کو کاروبار عالم سے بے رغبتی ہو جاتی ہے۔ اس بے التفاتی کے تاثرات قبل ازیں مجتمع ہر نوع کے رغبت و نفرت کے تاثرات کو نفی کر دیتے ہیں۔ اس سے شاغل سرعت سے نجات کی منزل کے نزدیک پہنچ جاتا ہے۔

جامع کلمہ (51) اس کے بھی مسدود کر دینے پر سب کے مسدود ہو جانے کے سبب لاتخم مراقبہ ہو جاتا ہے۔

تشریح: جب عقل قائم بہ حق سے پیدا ہوئے تاثرات کے زیر اثر دیگر تمام انواع کے تاثرات کا انقدان ہو جاتا ہے، بعد ازاں اس عقل قائم بہ حق سے پیدا شدہ تاثرات سے بھی تعلق منقطع ہو جانے کی وجہ سے وہ بھی مسدود ہو جاتے ہیں۔ اس مقام پر کائنات کے تخم کا سراسر فقدان ہو جانے سے اس حالت کا نام 'مراقبہ لاتخم' ہے۔ اسی کو انتہا ادراک انسانی یا بقا کا کیف بھی کہتے ہیں۔

باب دوم :

مزاولت

جامع کلمہ : (1) ریاضت، مطالعہ اور توکل یہ تینوں یوگ کے ارکان ہیں یعنی عملی یوگ ہیں۔

تشریح : (1) ریاضت چہار جات مراحل زندگی (ورن، آشرم) ماحول اور استحقاق کے مطابق اپنے فرائض کی ادائیگی اور اس ضمن میں جو بھی جسمانی یا ذہنی اذیت حاصل ہو اسے بخوشی برداشت کرنا ریاضت یعنی تپ کہا گیا ہے۔ روزہ، برت، تیرتھ یاترا، حج وغیرہ اسی کے تحت آجاتے ہیں۔ ریاضت کی بلا خواہش ثمرہ ادائیگی سے انسان کے باطن کا تزکیہ بہ آسانی ہو جاتا ہے۔

(2) مطالعہ۔ جس سے امر و نہی کا علم ہو ایسے صحائف یعنی وید، شاستر، بزرگ ہستیوں کی تصانیف وغیرہ کا مطالعہ، خدا کے کسی نام یا کسی منتر وغیرہ کا ورد یعنی جپ کرنا بھی مطالعہ ہی ہے۔ اس میں ظاہری اور باطنی دونوں طرح کی تحصیل میں مصروفیت شامل ہے۔

(3) توکل۔ خدا کی پناہ میں چلے جانے کو توکل کہا گیا ہے۔ اس کے نام، شکل، کارناموں، مقدس مقامات، اوصاف اور عظمت و جلال وغیرہ کی سماعت، ذکر اور فکر، تمام افعال خدا کے سپرد کر دینا، اپنے آپ کو خدا کے ہاتھ کا آلہ بنا کر جیسے وہ نچاوے ویسے ناچنا، اس کا حکم بجا لانا، اس سے لا انتہا محبت کرنا وغیرہ یہ سب توکل بر خدا کے جزو ہیں۔

اگرچہ ریاضت، مطالعہ اور توکل یہ تینوں ہی اصول اطوار (یم) اور ضابطۂ باطن (نیم) وغیرہ یوگ کے اراکان میں اصولوں کے تحت آجاتے ہیں تاہم ان کی خاص اہمیت کی وجہ سے ان کو یوگ کے اولین اراکان تسلیم کرکے ان کا ذکر الگ طور پر کیا گیا ہے۔

جامع کلمہ: (2) یہ عملی یوگ کی مراقبہ کی تکمیل کرنے والا اور جہل وغیرہ زحمات کو پژمردہ کرنے والا ہے۔

تشریح: مذکورہ بالا عملی یوگ کی مزاولت سے شاغل کی جہل وغیرہ زحمات کو پژمردہ ہوجاتی ہیں اور اس کو بقا کے کیف کے مقام کا حصول ہوتا ہے۔

جامع کلمہ: (3) جہل، مادہ اور غیر مادہ کی گرہ، رغبت، نفرت اور خوف مرگ یہ زحمات خمسہ ہیں۔

تشریح: محض یہ پانچوں یعنی جہل وغیرہ زیست کو دنیوی چرخ پر سرگرداں رکھنے والی اور نہایت اذیت دینے والی ہیں۔ اسی وجہ سے ان کو زحمت (کلیش) کہا گیا ہے۔ متعدد تراجم میں یہ بیان کیا گیا ہے کہ یہ پانچوں زحمات پانچ طرح کی آگاہی سہو ہیں۔ ان میں سے چند محض جہل اور کیفیت سہو ہی کو مساوی کرتے ہیں۔ لیکن یہ دونوں مفہوم ہی معقول معلوم نہیں ہوتے۔ کیفیت تصدیق میں کیفیت سہو کا نقصان ہوتا ہے لیکن جہل وغیرہ زحمات خمسہ وہاں بھی موجود رہتی ہیں۔ عقل قائم بہ حق میں سہو کا شعبہ برابر ہونا بھی تسلیم نہیں کیا جاسکتا۔ لیکن جس جہل صورت زحمت کو ناظر اور منظور کے امتزاج کا سبب مانا گیا ہے۔ وہ تو وہاں بھی رہتی ہے، ورنہ امتزاج کے نقصان سے قابل ترک یا رد کا اتلاف ہو کر سالک کو اسی دم مقام کیف بقا کا حصول ہو جانا چاہیے تھا۔ اس کے علاوہ ایک امر اور بھی ہے اس کتاب میں کیف بقا کی حالت کا حصول کئے ہوئے یوگی کو گناہ و ثواب کے ثمرات سے بری مانا گیا ہے۔ (دیکھو جامع کلمہ 7 باب چہارم) یہ اس امر کی دلالت ہے کہ روح کو جسم سے علیحدہ تمیز کرنے والے یعنی مادیت کی پابندیوں سے سبکدوش یوگی سے بھی افعال لازماً سرزد ہوتے ہیں۔ تب یہ بھی ماننا پڑے گا کہ لاجذبیت کی حالت میں جب اس سے افعال سرزد ہوتے ہیں تو سہو کی کیفیت کا ظہور پذیر ہونا

بھی قدرتی امر ہے۔ کیوں کہ کیفیات خمسہ قلب کا خاصہ طبیعی ہیں اور لاجذبیت کی حالت میں قلب موجود رہتا ہے، یہ بھی ماننا ہی پڑے گا۔ لیکن روح کو جسم سے جدا تمیز کئے ہوئے واصل میں جہل بھی رہتا ہے یہ قابل تسلیم نہیں، کیوں کہ اگر جہل موجود ہے تو وہ روح کو جسم سے الگ کیسے تمیز کئے ہوئے ہے؟ اس لیے جہل اور سہو کو مساوی تسلیم کرنا موزوں معلوم نہیں پڑتا۔

جامع کلمہ، (4) جو خفتہ، قلیل، قطع شدہ اور وافر اس طرح چہار حالتوں میں موجود رہنے والی ہیں، چنانچہ جن کا بیان جہل کے بعد کیا گیا ہے، ان چاروں کا سبب جہل ہے۔

تشریح: (1) خفتہ، قلب میں موجود رہتے ہوئے بھی جس وقت جو زحمت عمل پذیر نہیں ہوتی وہ اس کی خفتہ حالت ہے۔ صورت تحلیل (یعنی قیامت یا پرلیہ) کے دوران اور گہری نیند میں تمام زحمات خفتہ حالت میں رہتی ہیں۔

(2) قلیل۔ زحمات میں جو عمل پذیر ہونے کی قوت ہے اس کی جب یوگ کی مزاولت سے تقلیل ہو جاتی ہے تب وہ ناکافی طاقت والی زحمات قلیل حالت میں ہوتی ہیں۔ مشاہدہ میں آتا ہے کہ رغبت و نفرت وغیرہ زحمات عوام کی طرح شغال پر اپنا تسلط نہیں جما سکتیں۔

(3) قطع شدہ۔ جب کوئی ایک زحمت وافر حالت میں ہوتی ہے اس وقت دیگر زحمات دبی رہتی ہیں۔ وہ قبل الذکر کی قطع شدہ حالت ہے۔ مثلاً رغبت کی کثیر حالت کے لمحات میں نفرت دب جاتی ہے اور اس کے برعکس نفرت کی وافر حالت کے لمحات میں رغبت دبی رہتی ہے۔

(4) وافر۔ جس وقت جو زحمت مکمل طور پر عمل پذیر ہو وہ اس کی وافر حالت ہے۔

جامع کلمہ، (5) فانی، ناپاک، رنج اور وجود مادی میں بالترتیب لافانیت، پاکیت، راحت اور وجود غیر مادی کے احساس کی شناخت کرنا ہی جہل ہے۔

تشریح: اس عالم اور عقبیٰ کی تمام لذات و لطافت کا مسکن یہ جسم انسانی بھی فانی ہے، اس امر کو صریحی شہادتوں کے ذریعہ سمجھ کر بھی جس کے زیر اثر انسان ان میں لافانیت کا ادراک کر کے رغبت۔ نفرت اپنا لیتا ہے یہ فانی میں لافانیت کی آگاہی صورت جہل ہے۔

اسی طرح استخوان، گوشت، مغز وغیرہ غلیظ جسمانی اخلاط کے مجموعہ صورت اپنے اور عورت وغیرہ کے اجسام کو صریحی شہادتوں کی بنا پر ناپاک پاتے ہوئے بھی جس کی وجہ سے انسان اپنے جسم میں پاکیت کا ناز کرتا ہے اور پسر و زن وغیرہ کے اجسام سے محبت کرتا ہے، وہ ناپاک میں پاکیت کا وقوف صورت جہل ہے۔

اسی طرح صریح وعیاں وغیرہ اثبات کی بنا پر غور و فکر کرنے سے کل لذات رنج صورت ہیں۔ یہ امر سنجیدہ خاطر شاغل کے ذہن نشین ہو سکتا ہے (دیکھو جامع کلمہ 5 باب دوم) اس پر بھی انسان ان لذات کو مسرت آمیز سمجھ کر ان سے لطف اندوز ہونے میں لگا رہتا ہے، یہی رنج میں راحت کا ادراک صورت جہل ہے۔

علیٰ ہذا القیاس، جامد جسم روح نہیں ہے، یہ بات ذرا غور کرتے ہی ذہن نشین ہو جاتی ہے تاہم انسان اسی کو اپنی ہئیت مانتا رہتا ہے اس امر کا احساس نہیں کرتا کہ روح جسم سے سراسر لاتعلق اور متحرک ہے۔ یہی وجود مادی میں وجود غیر مادی کا تصور صورت جہل ہے۔

نمایاں، استخراج اور الہامی تصدیق سے مقام شے حقیقی کا کلی علم ہو جانے پر سہو کی کیفیت نہیں رہتی تو بھی جہل کا اتلاف نہیں ہوتا، اس سے یہ امر پایۂ ثبوت کو پہنچتا ہے کہ قلب کی کیفیت سہو کا نام جہل نہیں ہے۔

جامع کلمہ (6)۔ نورانی روح اور تعقل (قوت صورت) ان دونوں کو یک صورت جاننا، مادہ اور غیر مادہ کی گرہ یا گرۂ قلب یعنی مادہ اور شعور کی گرہ ہے۔

تشریح: نورانی روح یعنی ناظر ذات اور تعقل یعنی استعداد نظارہ یہ دونوں سراسر مختلف اور جدا گانہ ہیں۔ ناظر متحرک ہے اور عقل جامد ہے۔ ان کی یگانگت

ہو ہی نہیں سکتی۔ تب بھی جہل کے سبب دونوں کی یکسانیت سی ہو رہی ہے (دیکھو جامع کلمہ 24 باب دوم) اسی کو شاہد اور مشاہدہ کی ترکیب کہتے ہیں۔ یہی خلائق اور خالق کی ہیئتوں کی یافت کا سبب مانا جاتا ہے۔ (دیکھو جامع کلمہ 23 باب دوم) اس ترکیب کے رہتے ہوتے ہی ذات اور تعقل کی الگ الگ ہیئت غور و فکر کے ذریعہ سمجھ میں آتی ہے۔ لیکن جب تک مراقبہ لاتحکم کے ذریعہ جہل کا سراسر اتلاف نہیں کر دیا جاتا تب تک اس ترکیب کی بھی نیستی نہیں ہوتی۔ اسی وجہ سے ان کی منفرد ہیئت کا الگ الگ احساس نہیں ہوتا۔

جامع کلمہ :(7) راحت کے احساس کی آڑ میں رہنے والی زحمت رغبت ہے

تشریح : ایسے ذی جان کو جو ابھی جبلی خصوصیات کے مقام ہی پر ہے، اس کو جب کبھی جس کسی مناسب حال موضوع مشاہدہ یا خارجی شے میں راحت کا احساس ہوا ہے یا ہوتا ہے، تب اس میں یا اس کے اسباب میں موانست ہو جاتی ہے۔ اسی کو رغبت کہا جاتا ہے۔ لہذا یہ رغبت نام کی زحمت راحت کے احساس کے ساتھ منسلک ہے۔

جامع کلمہ :(8) رنج کے احساس کی آڑ میں رہنے والی زحمت نفرت ہے۔

تشریح : انسان کو جب کبھی جس کسی غیر خاطر خواہ موضوع مشاہدہ یا خارجی شے میں رنج کا احساس ہوتا ہے تب اس سے اور اس کے اسباب سے اس کو نفرت پیدا ہو جاتی ہے۔ لہذا یہ نفرت بصورت زحمت احساس اذیت یا رنج سے منسلک ہے۔

جامع کلمہ :(9) جو بطور ایک موروثی فطرت کے چلی آ رہی ہے، جو احمقوں کی طرح عقلا میں بھی موجود دیکھی جاتی ہے، وہ زحمت خوف مرگ ہے۔ اس کی جڑیں گہری ہیں۔

تشریح : خوف مرگ بصورت زحمت کل ذی جانوں میں روز ازل سے فطری ہے۔ لہذا کوئی بھی ذی جان یہ نہیں چاہتا کہ وہ مر جائے اور وہ نہ رہے، ہر کوئی قائم رہنا چاہتا ہے۔ ایک حقیر سے حقیر کیڑا بھی مرنے سے ڈر کر اپنی حفاظت کی تدبیر کرتا ہے۔ یہ

خوفِ مرگ ذی جانوں کے قلوب میں اس قدر گہرا نقش بنائے ہوتے ہے کہ احمق کی مانند عاقل پر بھی اثر انداز ہوتا ہے۔ کوئی بھی ذی جان اس سے مستثنیٰ نہیں ہے۔

جامع کلمہ (10): وہ تخفیف شدہ زحمتیں قلب کو اپنی علت میں جذب کرنے کی مزاولت سے زائل کئے جانے کی سزاوار ہیں۔

تشریح: عملِ طریقت اور تفکر کے ذریعہ حالتِ تخفیف کو رسیدہ زحمات کا اتلاف مراقبۂ لاتجرید سے قلب کو اس کی علت میں جذب کرنے سے ہوتا ہے۔ کیونکہ عملِ طریقت اور تفکر سے تقلیل کر دیئے جانے پر جو زحمات برائے نام باقی رہ جاتی ہیں ان کا اتلاف ناظر اور منظور کے ربط کا انفصال ہونے پر ہی ہوتا ہے۔ اس سے قبل زحمات سراسر نابود نہیں ہوتیں۔

جامع کلمہ (11): ان زحمات کی جو کثیف کیفیات ہیں ان کا اتلاف تفکر سے کرنا ہوتا ہے۔

تشریح: ان زحمات کی جو وافر کیفیات ہیں ان کو اگر قبل الذکر عملِ طریقت کے ذریعہ نیست کر کے ان کے زحمات کی تقلیل نہ کی گئی ہو تو اولاً تفکر کے ذریعہ ان کی وافر کیفیات کا اتلاف کر کے ان کو تخفیف حالات میں لے آیا جائے تو اس حالت میں مراقبہ لاتجرید کا حصول آسانی سے ہو سکتا ہے اور اس سے زحمات کا سراسر فقدان ہو جاتا ہے۔

جامع کلمہ (12): زحمات سے پیدا شدہ افعال کے تاثرات کا مجموعہ، حاضر (حال) اور نامعلوم مستقبل میں ہونے والے، دونوں طرح کے جنموں میں جھیلنا پڑتا ہے۔

تشریح: افعال کے تاثرات کی اساس قبل الذکر زحمات خمسہ ہی ہیں جہل وغیرہ زحمات کی غیر موجودگی میں کئے گئے افعال سے نظامِ افعال ترتیب نہیں پاتا بلکہ رغبت و نفرت سے مبرا کئے گئے بے غرضانہ افعال پہلے سے مجتمع سلسلہ افعال کو بھی نفی کر دینے والے ہوتے ہیں۔ (گیتا۔ 4/23)

یہ زحمات سے تخلیق شدہ نظام افعال جس طرح اس جنم میں اذیت دیتا ہے اسی طرح آئندہ ہونے والے جنموں میں بھی تکلیف دہ ہوتا ہے۔ اس لئے ہی مرتاض ان کی بیخ کنی کر دیتا ہے یعنی قبل الذکر زحمات کا سراسر ازالہ کر دیتا ہے۔

جامع کلمہ: (13) جڑ کے موجود رہنے تک نظام افعال کا نتیجہ تناسخ، حیات اور بھگتنا جاری رہتا ہے۔

تشریح: جب تک زحمت جڑ کی صورت میں موجود رہتی ہے تب تک ان افعال کے اجتماعی تاثرات صورت نظام افعال کا ثمرہ تین صورتوں میں نمو ہوتا ہے۔

(1) بار بار ادنیٰ و اعلیٰ نسلوں میں پیدائش کا ہونا۔

(2) ایک معین عرصہ تک حیات رہنا اور بعد میں اذیت مرگ جھیلنا

(3) احوال حیات جو نظریہ ادراک کی رو سے جملہ تکالیف صورت ہیں ایسی اذیتوں کو برداشت کرنے سے واسطہ پڑنا۔

جامع کلمہ: (14) وہ یعنی ولادت، حیات اور راحت و اذیت کے احساسات اپنی علت کے مطابق مسرت و افسردگی صورت ثمرات کے دینے والے ہوتے ہیں، کیونکہ کار ثواب اور کار گناہ دونوں ہی ان کی علل ہیں۔

تشریح: جو ولادت کار ثواب کا نتیجہ ہے وہ آسودگی دینے والی ہے اور جو کار گناہ کا ماحصل ہے وہ تکلیف دہ ہوتی ہے اسی طرح عرصہ حیات کا جتنا حصہ نیک افعال کا ثمرہ ہے اتنا عرصہ آرام دہ ہوتا ہے اور جتنا گناہوں کا ماحصل ہے اتنا تکلیف دہ ہوتا ہے۔ یہی حال ان راحت و اذیت کے احساسات کا ہے جو انسانوں دیگر جانداروں، خارجی اشیاء، اعمال اور حالات کے اتصال و انفصال سے پیدا ہوتے ہیں۔ جو نیک افعال کا ثمرہ ہوتے ہیں وہ آسودگی دیتے ہیں اور جو گناہوں کا نتیجہ ہوتے ہیں وہ ناگوار گزرتے ہیں۔

---

* جو لاتعلق رہنے کے باعث آزاد اور علم ذات میں مستغرق ہو جاتا ہے اور فعل کو ریاضت سمجھ کر کرتا ہے اس کے کل افعال معدوم ہو جاتے ہیں (گیتا 4/23)

جامع کلمہ، (15) رنج ماحصل، رنج جلن اور رنج تاثر ایسے سہ گانہ رنج
جملہ ثمرات افعال میں موجود رہنے کے سبب اور
صفات سہ گانہ یعنی ست۔ رج۔ تم کی کیفیات
میں باہمی ناموافقت ہونے کے باعث صاحب
ادراک کے لئے وہ تمام ثمراتِ افعال رنج صورت ہیں۔

تشریح: (1) رنج ماحصل۔ کردہ افعال کا ثمرہ جو بوقت احساس صاف طور پر
مسرت بخش معلوم ہوتا ہے اس کا ماحصل بھی رنج ہی ہے۔ مثلاً بوقت جماع انسان کو
لذت کا احساس ہوتا ہے لیکن اس کا نتیجہ قوت، لطف، جلال، حافظہ وغیرہ کی تقلیل صاف
طور پر دیکھنے میں آتی ہے۔ علیٰ ہذا القیاس دیگر لذات نفسی و طبعی کے معاملہ میں ایسا ہی
ہے (گیتا* 18/38) لذات نفسانی و طبعی سے حظ اٹھاتے اٹھاتے انسان تھک جاتا
ہے اور ایک وقت ایسا آتا ہے کہ ان سے لطف اندوز ہونے کی سکت اس میں نہیں
رہتی، لیکن حسرت بنی رہتی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ وہ لطف صورت آسودگی بھی
رنج ہی ہے۔

حواس اور موضوعات سے متعلق جب انسان کو کسی بھی طرح کی لذت میں راحت
کا احساس ہوتا ہے تب اس سے رغبت یعنی ربط ہو جانا لازمی ہے۔ اس لئے راحت
بھی رغبت صورت زحمت سے ملوث ہوتی ہے۔ تعلق کی گرفت میں جکڑا ہوا انسان
موضوعات لذات کی فراہمی کے لئے نیک و بد افعال کا مرتکب ہوتا ہے۔ ان کی فراہمی
میں ناکام رہنے پر یا کوئی رخنہ پڑ جانے پر بغض و عناد کے جذبات کا پیدا ہونا لازمی امر
ہے اس کے علاوہ جانداروں کو آزار دیئے بغیر لذات کی تکمیل بھی نہیں ہوتی۔ لہٰذا
رغبت و نفرت اور آزار وغیرہ کا ثمرہ لازماً رنج ہی ہے۔ اس لئے یہ بھی رنج ماحصل کے
زمرہ میں آتا ہے۔

(2) رنج جلن۔ ہر طرح کی لذت صورت راحت فنا پذیر ہے۔ اس

---

* جو آنام جس اور محسوس کے باہمی تعلق سے ہوتا ہے اور ابتدا میں آب حیات اور انجام میں زہر
معلوم ہوتا ہے وہ اوسط درجہ کا ناگ ہے (گیتا 18/38)

سے جدائی ہو جانی لازمی ہے۔ اس لئے دوران لذت بھی رنج لطیف صورت سے بنا رہتا ہے۔ اسی طرح انسان کو جو راحت وہ لذت حاصل ہوتی ہیں وہ کم ہی ہوتی ہیں یعنی اسے جو کچھ میسر ہے اس سے زیادہ دوسروں کو بھی حاصل ہے۔ یہ دیکھ کر اس کے دل میں کوفت پیدا ہوتی ہے، وہ بھی رنج جلی ہے۔ مزید برآں لذت کی غیر تکمیلیت کی صورت میں دوران لطف بھی طبیعت پر ایک بار بنا رہتا ہے۔ یہ بھی رنج جلی ہے۔

(3) رنج تاثر۔ جن جن لذات سے انسان کو راحت کا احساس ہوتا ہے ان کے نقوش اس کے دل پر ثبت ہو جاتے ہیں جب ان اسباب لذات سے انفصال ہو جاتا ہے تب وہ تاثرات ماضی گزشتہ کی یاد کی وساطت سے ایک زبردست اذیت کا موجب بن جاتے ہیں۔ مشاہدہ میں آتا ہے کہ جب کسی شخص کی بیوی، پسر، دولت، مکان وغیرہ اسباب آسودگی تلف ہو جاتے ہیں تب وہ ان کو یاد کر کے آہ و فغاں کرتا رہتا ہے کہ میری بیوی مجھے فلاں فلاں آرام دیتی تھی، میرے پاس اس قدر دولت تھی کہ میں خود بھی عیش سے زندگی بسر کرتا تھا اور دوسروں کو بھی راحت پہنچاتا تھا اور اب میری حالت یہ ہے کہ میں بھکاری ہو کر دوسروں سے مدد مانگتا پھرتا ہوں وغیرہ وغیرہ۔ علاوہ ازیں وہ تاثرات لطف ربط لذت کی افزونی کا باعث ہوتے سے عقبیٰ میں بھی رنج کا سبب بن جاتے ہیں۔

(4) صفات سہ گانہ کی کیفیات میں باہمی ناموافقت۔ صفات کے عمل کا نام صفاتی کیفیت ہے ان کے عمل میں بے حد باہمی ناموافقت ہے۔ مثلاً صفت ملکوتی (ست) کا عمل نور، روشنی، علم اور آسودگی ہے، تو تیرگی، عقل (تم) کا عمل تیرگی جہالت اور اذیت ہے۔ اس طرح ان کی کارکردگی میں ناموافقت ہونے کے باعث دورلی بنی رہتی ہے، آرام و راحت کے لمحات کے دوران بھی اطمینان قلب نصیب نہیں ہوتا، کیونکہ تینوں صفات ایک ساتھ رہنے والی ہیں۔ احساس میں آسودگی کے دوران ست کی برتری ہونے ہونے بھی رج اور تم کالعدم نہیں ہوتے لہٰذا اس وقت بھی درد والم موجود رہتے ہیں اس لئے وہ بھی رنج ہی ہے۔ مثلاً کہ دوران مراقبہ اور شتق وغیرہ پرہیزگار دل کی صحبت میں ست کا غلبہ ہوتا ہے اس لئے راحت ملکوتی حاصل ہوتی ہے۔ لیکن وہاں بھی کاروبار عالم کے خیالات کی نمودگی اور غنودگی اس آسودگی میں خلل انداز ہو جاتی ہیں۔ علیٰ ہذا القیاس

دیگر تمام ایسے معاملات کے بارے میں اسی طرح سمجھ لیں۔
قبل الذکر رنج ماحصل، رنج کوفت یا جلن و رنج تاثر اور صفت سہ گانہ کی کیفیات
میں باہمی ناموافقت سے ہونے والی اذیت کو صاحب ادراک تفکر یعنی سوچ سے
ذہن نشین کر لیتا ہے اس لئے اس کی نظر میں جملہ ثمرات اعمال رنج صورت ہی ہیں یعنی
عوام جن لذات کو راحت صورت خیال کرتے ہیں صاحب ادراک کے لئے وہ رنج ہی
ہے دگیتا 5/22)*

جامع کلمہ: (16) آنے والے رنج قابل رد و ترک ہیں۔

تشریح: موجودہ جنم سے قبل جو لاشمار گزشتہ جنموں میں رنج اٹھائے جا چکے
ہیں وہ تو خود بخود ختم ہو گئے ان کے بارے میں اب کسی غور و فکر کی ضرورت نہیں ہے، اور
جو حال میں ہیں وہ بھی راحت و اذیت کے احساسات دے کر جلد ہی خود بخود معدوم
ہو جائیں گے لہذا ان کے لئے بھی کسی تدارک کی ضرورت نہیں ہے لیکن جو رنج ابھی تک نہیں
پہنچے ہیں، مستقبل میں ہونے والے ہیں ان کی تلافی بذریعہ تدبیر فرض لازم ہے۔ اس لئے
ہی وہ قابل رد و ترک ہیں۔

جامع کلمہ: (17) ناظر یعنی ذات اور منظور یعنی عالم طبیعی (نفسانی و مادی)
کا امتزاج قبل الذکر قابل رد و ترک کا سبب ہے۔

تشریح: مذکورہ بالا جو نیست و نابود کرنے کے لائق رنج بتلائے گئے ہیں ان
کا اصل باعث ناظر و منظور یعنی ذات اور صفات کا ربط، مراد کہ مادہ اور شعور کی گرہ ہے
اس لئے اس ترکیب کا اتلاف کر دینے سے انسان قطعی طور پر دکھوں سے رہائی پاتا ہے۔

جامع کلمہ: (18) نور، حرکت اور توقف جس کی ماہیت ہے، عناصر اور
حواس جس کی ظاہری ہیئت ہے۔ ذات کے لئے
راحت و اذیت کے احساسات کی فراہمی اور نجات کی
سرانجام دہی جس کا اصل مقصود ہے ایسا منظور یعنی

---

* اے ارجن! جتنے لذات حواس ہیں وہ سب تکلیف کا باعث ہیں اور عارضی ہیں اس لئے کوئی
دانشمند ان پر التفات نہیں کرتا (گیتا 5/22)

عالم طبیعی ہے۔

تشریح: ست۔ رج۔ تم۔ یہ تینوں صفات اور ان کا عمل جو دیکھنے سننے اور سمجھنے میں آتا ہے وہ سب کا سب عالم طبیعی کے تحت آتا ہے۔ ست کا سب سے مقدم خاصہ طبیعی نور ہے۔ رج کا اصل خاصہ طبیعی حرکت ہے اور رج کا سب سے اہم خاصہ طبیعی توقف یعنی بے حسی کی حالت اور گہری نیند وغیرہ ہے۔ ان تینوں صفات کی مساویت کی حالت کو علت مادی کہتے ہیں۔ یہ سانکھیہ کا اصول ہے اس لئے تمام حالتوں کا متوسل صفات سہ گانہ کا جو نور، حرکت اور توقف خاصہ طبعی ہے وہی عالم طبیعی کی ماہیت ہے۔

پانچ کثیف عناصر، پانچ عنصری خاصیتیں، پانچ حواس عملی، پانچ حواس علمی و قلب، عقل اور پندار خودی یہ کل تیئیس (23) جوہر یا ابتدائی عالم طبیعی کا عمل ہونے سے اس کی ہیئت ہیں راحت و اذیت کے احساسات سے لگاؤ رکھے ہوئے ناظر (ذات) کو اپنی صورت دکھا کر احساسات بہم پہنچانا عالم طبیعی کا اصل مقصود ہے۔ ناظر کو اپنی ذاتی حقیقت دکھا دینے کے بعد اس کا کوئی مقصد باقی نہیں رہتا اس مقام پہ یہ عالم طبیعی غیر محسوس ہو جاتا ہے، غائب ہو جاتا ہے۔

جامع کلیہ: (16) مخصوص مماثل، نشان محض اور لانشان یہ چاروں قبل الذکر ست وغیرہ صفات کی اقسام یعنی حالتیں ہیں

تشریح: (1) مخصوص۔ خاک، آب، آتش، باد اور خلا یہ پانچ کثیف عناصر، پانچ حواس علمی اور پانچ حواس عملی اور ایک قلب اس طرح کل ملا کر سولہ (16) کا نام مخصوص ہے چونکہ صفات کے مقررہ خاصہ ہائے طبیعی کا ظہور انہیں سے ہوتا ہے اس لئے ان کو مخصوص کہا گیا ہے۔

(2) مماثل۔ سامعہ، لامسہ، باصرہ، ذائقہ اور شامہ یہ پانچ عنصری خاصیتیں ہیں، انہیں کو لطیف عناصر بسیط بھی کہتے ہیں کیونکہ یہ کثیف عناصر خمسہ کا مبدا ہیں اور ششم پندار خودی جو کہ قلب اور حواس کا مبدا ہے ان چھ کا نام مماثل ہے۔ ان کی ہیئت حواس سے قابل ادراک نہیں اس لئے ان کو مماثل کہتے۔

(3) نشان محض۔ قبل الذکر بائیس (22) عناصر کا علتی عنصر جو ابتدائی جوہر یا عنصر کبیر ہے جس کا ذکر اپنشدوں اور گیتا میں عقل کے نام سے کیا گیا ہے اس کو

نشان محض کہتے ہیں یعنی اس کا نشان نام نہاد ہے۔ اس کی آگاہی محض ماہیئت سے ہوتی ہے۔ اس لئے اس کو نشان محض کہتے ہیں۔

(4) لانشان۔ علت مادی جو تینوں صفات کی حالت مساویت ہے، عنصر کبیر جس کا عمل اولین ہے اپنشدوں اور گیتا میں جس کا ذکر لاآشکار کے نام سے کیا گیا ہے (گیتا 13/6)* اسی کو لانشان کہتے ہیں۔ مساویت کی حالت کا حصول کی ہوئی صفات کی ہیئت کا ظہور نہیں ہوتا اس لئے ہی علت مادی کو لانشان یا لاآشکار کہا گیا ہے۔

جامع کلمہ: (20) شعور محض و علم صورت روح ہی ناظر ہے۔ یہ اگرچہ ماہیئت کے اعتبار سے سراسر پاک اور غیر متغیر ہے تب بھی عقل کے ربط سے اس کی کیفیت کے مطابق دیکھنے والا ہے۔

تشریح: فقط شعور محض ہی جس کی حقیقت ہے، ایسا عنصر روح ہیئت سے سراسر پاک اور غیر متغیر ہے۔ تاہم عقل کے رشتے سے کیفیت عقل کے موافق دیکھنے والا ہونے کے باعث ناظر کہلاتا ہے۔ دراصل ناظر ذات یعنی عنصر روح سراسر پاک، تغیر سے بری، قدیم اور لاتعلق ہے۔ تاہم کائنات کے ساتھ اس کا رشتہ ازل سے مثبت جہل سے مانا گیا ہے۔ جب تک جہل کی نیستی کے ذریعہ یہ کائنات سے الگ ہو کر اپنی اصلی ہیئت میں قائم نہیں ہو جاتا تب تک عقل کے ساتھ ہم آہنگ ہوا سا کیفیات عقل کو دیکھتا رہتا ہے اور جب تک ان کو دیکھتا ہے تب تک اس کا ناظر اسم ہے۔ نفسانی و مادی عالم طبیعی یعنی منظور کے ساتھ رشتہ منقطع ہونے پر ناظر کس کا؟ اس مقام پر وہ فقط شعور محض، سراسر پاک اور قدیم ہی رہتا ہے۔

جامع کلمہ: (21) قبل الذکر منظور کی صورت اس ناظر ہی کے لئے ہے۔

---

* پانچ عناصر بسیط، انانیت، عقل، قوت متخیلہ (لاآشکار)، دس حواس، دل اور پانچ آلہ حواس (یہ چوبیس اجزائے جسم انسانی سانکھیہ نے تحقیقات کے بعد ثابت کئے ہیں) (گیتا 13/6)

** عنصر کبیر سے لاآشکار اساس قدامت یعنی علت مادی اعلیٰ ہے اور لانشان سے بھی ذات اعلیٰ ہے۔ ذات سے اعلیٰ اور کچھ نہیں ہے، وہی طاقت کی حد ہے وہی فوق الفطرة منزل مقصود ہے (کٹھو اپنشد 1/3/11)

تشریح: ناظر کو اپنی ظاہری شکل کی وساطت سے احساسات (نفسانی و طبعی) کی فراہمی کے لئے اور اس کو اس کی ذاتی حقیقت کا مشاہدہ کرا کر نجات کے حصول کے لئے، اس طرح ذات کے مقصود کی انجام دہی کے لئے منظور ہے۔ اسی میں اس کے یعنی منظور کے ہونے کی افادیت ہے۔ (دیکھو جامع کلمہ 18 باب دوم)

جامع کلمہ (22): ایک کامران شخص کے لئے دنیوی احساسات راحت و اذیت اور ان سے رستگاری صورت مقصود کے نسبر انجام ہو جانے پر اور اس طرح اس کے لئے نیست ہو جانے پر بھی عالم طبیعی فنا نہیں ہوتا کیونکہ وہ دوسروں کے ساتھ مشترک شے ہے۔

تشریح: عالم مرئی (منظور یا کائنات) کا مدعا و مقصود کسی ایک فرد واحد کے لئے لذات و نجات فراہم کرنا نہیں ہے وہ کل افراد کے لئے مشترک ہے۔ اس لئے جس کا کام وہ سر انجام دے چکا ہے اس کامران شخص کو اس کی ضرورت نہ رہنے کی وجہ سے اگرچہ وہ اس کی نظر میں نیست ہو جاتا ہے تب بھی دیگر افراد کو لذات و نجات دینا باقی رہ جاتا ہے اس لئے عالم طبیعی کا سراسر ابطال نہیں ہوتا اور وہ موجود رہتا ہے۔ چنانچہ یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچتا ہے کہ تغیر پذیر ہونے کے باوجود عالم طبیعی ابدی اور دوامی ہے ۔ جو کہ نجات کا حصول کئے ہوئے شخص کے لئے اس کا فنا ہونا بیان کیا گیا ہے اس سے مراد غیر محسوس یا غائب ہو جانا ہی ہے کیونکہ یوگ کے اصول کے مطابق کسی شے کا بھی مکمل طور پر نیست و نابود ہو جانا نہیں مانا گیا ہے۔

جامع کلمہ (23): ملکیت صلاحیت یعنی کائنات یا منظور اور مالک صلاحیت یعنی ذات یا ناظر ان دونوں کی ہیئت کے شعور کا جو سبب ہے وہ 'اتصال' ہے۔

تشریح: منظور کی صورت ناظر ہی کے لئے ہے۔ یہ امر قبل ازیں بیان کیا گیا ہے۔ اسی مدعا کو لے کر اس جامع کلمہ میں ذات کو کائنات کا مالک کہا گیا ہے۔ اور کائنات کو ذات کی ملکیت کہنے سے مراد ذاتی یعنی اکتسابی موضوع کی ہے۔ کائنات کے ساتھ ذات کا رشتہ ان دونوں کی حقیقت کو جاننے کے لئے ہی ہے۔ اس لئے نظارہ

(علم) صلاحیت سے جب تک ذات کائنات کی گوناگوں صورتوں کو دیکھتی رہتی ہے تب تک لذات اور تکالیف کا احساس رہتا ہے۔ جب ان کے نظارہ سے بے نیاز ہوکر نجی ہیئت نظارہ کی طرف جھانکتی ہے تب نجی صورت کا نظارہ ہو جاتا ہے (دیکھو جامع کلمہ 53 باب سوم) اس مقام پر اتصال کی احتیاج نہ رہنے سے کائنات نابود ہو جاتی ہے یہی مقام نجات ہے، یہی ادراک انسانی کی انتہائی منزل ہے، جہاں عدم و وجود دونوں مساوی ہو جاتے ہیں۔ (دیکھو جامع کلمہ 34 باب چہارم)

جامع کلمہ: (24) اس اتصال کا موجب جہل ہے۔

تشریح: سراسر غیر متغیر، بے نیاز اور شعوری ذات کا مادی کائنات کے ساتھ یہ جو رشتہ ہے، یہ ازلی ثبت جہل ہی ہے، درحقیقت ہے نہیں۔

یہاں جہل کیفیت سے مراد سہو نہیں ہے بلکہ نجی ہیئت کی ازلی ثبت لاعلمی ہی جہل ہے۔ اس لئے نجی ہیئت کا علم ہو جانے پر یہ نابود ہو جاتی ہے اور اس کے بعد کوئی غرض وغایت نہ رہنے پر وہ علم میں ساکن ہو جاتا ہے۔ یہی شخصی روح کا مقام نجات ہے۔

جامع کلمہ: (25) اس جہل کا اتلاف ہو جانے سے اتصال کا نابود ہو جانا ترک ہے اور وہی ناظر یعنی شعوری روح کا اپنی ہیئت میں مقیم ہو جاتا ہے۔

تشریح: جب نجی ہیئت کے دیدار صورت علم معرفت سے جہل یعنی لاعلمی کا سراسر فقدان ہو جاتا ہے، تب لاعلمی سے پیدا ہوئے اتصال کا بھی خود بخود استیصال ہو جاتا ہے۔ اس مقام پر شخصی روح کا کائنات سے کوئی رشتہ نہیں رہتا۔ اس کی حیات و ممات صورت کل اذیتیں ہمیشہ کے لئے ختم ہو جاتی ہیں اور وہ اپنے حقیقی مقام بقا کے کیف کا حصول کر لیتی ہے۔

جامع کلمہ: (26) پاک علم تمیز یعنی معرفت ترک کی تدبیر ہے۔

تشریح: مذکورہ بالا ترک یعنی اتلاف ربط کی تدبیر پاک معرفت بتلائی گئی ہے یہ پاک علم تمیز یعنی معرفت کیا ہے؟ یہ ایسا وقوف ہے کہ روح یعنی ذات جسم، حواس، قوت مدرکہ، عقل اور قلب اور عالم ظاہری کے تمام کاروبار سے مختلف ہے۔ اس طرح

ذات کی ہیئت واضح ہو جانے سے انسان کو ذات کے عالم اور صفات کے عالم کے
فرق کا علم ہو جاتا ہے۔ اس لئے ہی اس کو علم تمیز کا نام دیا گیا ہے۔ جس وقت قلب
علم تمیز میں محو ہوتا ہے اس وقت بقا کے کیف کے متصل رہتا ہے۔ یہ علم جب مراقبہ کی
پاکی ہونے پر مکمل اور مطمئن ہو جاتا ہے اور اس میں کوئی خامی نہیں رہتی تب وہ پاک
علم تمیز کہلاتا ہے۔ ایسا علم تمیز ہی تمام تر دنیوی اذیتوں کا قطعی فقدان صورت نجات
کا ذریعہ ہے۔ اس سے کائنات کے تخم جہل وغیرہ زحمات اور نیک و بد افعال کے تاثرات
کی بیخ کنی ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد قلب اپنے ہیولا صورت جو ہر ابتدائی کے سمیت ربی
علت میں جذب ہو جاتا ہے اس حالت میں یوگی کے لئے کائنات کے تغیر پذیر ہونے کی
وحدت ختم ہو جاتی ہے، دنیوی اذیتوں کا فقدان ہو جاتا ہے اور وہ نجات کا حصول کرتا ہے
جامع کلمہ :: 27 ۔ اس واضح علم تمیز کا حصول کئے ہوئے یوگی یعنی واصل
کی سات طرح کی قیام آخیر والی فہم ہوتی ہے۔

تشریح: جب واضح اور یکسوئی علم کے وسیلے سے واصل کے قلب کا حجاب اور
غلاظت سراسر نابود ہو جاتے ہیں (دیکھو جامع کلمہ 3 باب چہارم) اس وقت اس کے
قلب میں دنیاوی اطلاعات کی نمودگی نہیں ہوتی۔ لہٰذا ہفت پہلو مقام کمال فہم نمود
ہوتی ہے۔ اس میں اولین چار تو 'مفر فعل' کی مظہر ہیں چنانچہ 'مفر فعل فہم' کہلاتی ہیں۔ یہ تجسس
سے ممکن الحصول ہیں یعنی آورد ہیں۔ آخر کی تین 'مفر قلب' کی مظہر ہیں اس لئے ان کا نام
'مفر قلب فہم' ہے۔ اولین چار کی یافت کے بعد ان تین افہام کا حصول خود بخود ہو جاتا ہے
یعنی یہ آمد ہیں۔

(1) مقام تہی، قابل ترک۔ جو کچھ بھی قابل ترک و رد تھا سو جان لیا
اور اب کچھ بھی جاننا باقی نہیں رہا یعنی جتنی صفاتی کائنات ہے وہ تمام ماحصل، جلن، متاثر
سیجہ یا اور صفت سہ گانہ کی باہمی ناموافقت کی وجہ سے سراسر اذیت صورت ہے۔ لہٰذا
قابل ترک و رد ہے۔ (دیکھو جامع کلمات 15، 18، 19 باب دوم)
(2) مقام پژمردگی، سبب قابل ترک۔ جو دور کرنا تھا یعنی مادہ و شعور
کا امتزاج جو قابل ترک کا سبب ہے وہ دور کر دیا اب اور کچھ دور کرنا باقی نہیں رہا (دیکھو
جامع کلمات 17، 16 باب دوم)

(3) مقام یافت ممکن الحصول۔ جو کچھ حاصل کرنا تھا، حاصل کرلیا
یعنی مراقبہ کے وسیلہ سے مقام انتہائی مراقبہ ادراک انسانی کا حصول کرلیا اب کچھ بھی
حاصل کرنا باقی نہیں رہا۔ (دیکھو جامع کلمہ 25 باب دوم)
(4) مقام تہی خواہش فعل۔ جو کچھ کرنا تھا کرلیا یعنی ترک کی تدبیر
جو پاک اور واضح علم تمیز ہے اس کی تکمیل کرلی، اب اور کچھ کرنا باقی نہیں رہا (دیکھو
جامع کلمہ 26 باب دوم) یہ فہم اعلیٰ ترین ترک کی انتہا ہے یعنی کاروبار عقل کی آخری
حد ہے۔

مفر قلب فہم کی تین اقسام مندرجہ ذیل ہیں۔
(1) کامرانی قلب۔ قلب نے اپنا حق یعنی دنیوی لذات اور نجات
دنیا ادا کردیا، اب اس کا کوئی مقصد باقی نہیں رہا۔
(2) تحلیل صفات۔ جس طرح پہاڑ کی چوٹی سے گرے ہوئے پتھر
بلا رکے زمین پر آکر چکنا چور ہو جاتے ہیں اسی طرح قلب کی صانع صفات اپنی علت میں
جذب ہونا ہی چاہتی ہیں، اس لئے اب ان کا کوئی مقصد باقی نہیں رہا۔
(3) قیام ذات تشخصی روح مطلقاً صفات سے ورا ہو کر اپنی ہیئت
میں مقیم ہوگئی اب کچھ باقی نہیں رہا۔

اس ہفت پہلو مقام آخر فہم کا اشراق کرنے والا مرد کامل واصل یا بندئ مادیت
سے سبکدوش کہلاتا ہے اور قلب جب اپنی علت میں جذب ہو جاتا ہے تب وہی
مرد کامل غیر مادیت سے سبکدوش کہلاتا ہے۔

جامع کلمہ (28) اجزائے یوگ کی مزاولت سے کثافت دور ہو جانے
پر علم کا نور علم تمیز یعنی معرفت تک ہو جاتا ہے۔

تشریح اس کے بعد میں بتلائے ہو ہشت اجزائے یوگ کی مزاولت سے
جب قلب کا میل دور ہو کر مکمل طور پر پاک وصاف ہو جاتا ہے، اس وقت یوگی یعنی
واصل کے علم کی روشنی علم تمیز تک جاتی ہے، لہٰذا وہ صریحاً دیکھتا ہے کہ روح کی ہیئت،
عقل، پندار خودی اور حواس سے سراسر مختلف ہے۔

جامع کلمہ (29) اصولات اطوار، ضابطۂ باطن، نشست، حبس دم،

تسخیرِ حواس، قیامِ یعنی مصمم ارادہ، تفکر اور مراقبہ یہ
آٹھ اجزائے یوگ ہیں۔

تشریح: ان کی خصوصیات اور ثمرات کا بیان اس کے بعد کے جامع کلمات
میں کیا گیا ہے، لہٰذا یہاں تفصیل سے بیان نہیں کیا جا رہا ہے۔

جامع کلمہ: (30). (1) عدم تشدد (اہنسا)، (2) صداقت، (3) لادزدی
(چوری نہ کرنا)، (4) تجرد (کنوارپن) اور (5) عدم اندوختگی
یہ پانچ اصولاتِ اطوار ہیں۔ یوگ کی اصطلاح میں
ان کو 'یم' کہتے ہیں۔

تشریح: (1) عدم تشدد: دل، زبان اور جسم سے کسی ذی جان کو کبھی اور کسی طرح
کی اذیت نہ پہنچانا 'عدم تشدد' ہے۔

(2) صداقت: دل اور حواس سے صحیحاً دیکھ کر، سن کر یا استخراج
سے جیسا احساس ہوا ہو ٹھیک عین بعین لفظ مضمون ادا کرنے کے لئے دل پذیر، سود مند
اور دوسروں میں اضطراب پیدا نہ کرنے والی جو باتیں بیان کی جاتی ہیں ان کا نام صداقت ہے۔

(3) لادزدی: دوسرے کی ملکیت چرا لینا اور فریب یا دیگر کسی حیلہ
سے غیر منصفانہ طور پر اپنا بنا لینا سرقہ ہے۔ اس میں سرکاری ٹیکس کی چوری اور رشوت
بھی شامل ہے۔ ہر طرح کے سرقہ کا فقدان 'لادزدی' ہے۔

(4) تجرد: دل، گفتار اور جسم سے ہونے والے ہر طرح کے جماع کا
ہر حالت میں ہمیشہ ترک کر کے ہر صورت سے نطفہ کی حفاظت کرنا 'تجرد' ہے۔

(5) عدم اندوختگی: خودغرضی کے تحت حریصانہ ڈھنگ سے زر و
مال اور سامانِ لذات کا ذخیرہ کرنا 'اندوختگی' ہے۔ اس کا فقدان 'عدم اندوختگی' ہے۔

جامع کلمہ: (31). مذکورہ بالا اصولاتِ اطوار صنف، مقام، وقت
اور ضمنی سبب کی حدود سے بالا، جملہ دائرہ ہائے عمل
کے دوران لازماً ملحوظ ہونے پر عزائمِ کبیر ہو جاتے ہیں۔

تشریح: بیان کردہ عدم تشدد وغیرہ کی بجا آوری جب جملہ حلقہ ہائے افعال
کے دوران سب کے تئیں، سب جگہ اور ہر موقع و محل پر یکساں طور سے کی جاتی ہے تب

بہ عزم اثم کبیرہ ہو جاتے ہیں۔ مثلاً کسی نے قصد کیا کہ وہ مچھلی کے علاوہ کسی دیگر جانور کو ہلاک نہیں کرے گا تو یہ صنف متفرقِ عدم تشدد ہے۔ اسی طرح کوئی قصد کرے کہ وہ متبرک مقامات پر تشدد نہیں کرے گا تو یہ مقام متفرقِ عدم تشدد ہے۔ کوئی یہ مصمم ارادہ کرے کہ وہ کسی مخصوص ایام میں مثلاً ایکادشی، پورنماشی، اماوس وغیرہ تاریخوں کے دنوں میں تشدد نہیں کرے گا تو یہ وقت متفرقِ عدم تشدد ہے۔ کوئی قصد پختہ کرے کہ وہ بیاہ شادی کی تقریبوں کے علاوہ یا دیگر کسی ضمنی سبب کی بنا پر تشدد نہیں کرے گا تو یہ زماں متفرقِ رسبب متعلقہ عدم تشدد ہے۔ اسی طرح سچائی، لادزدی، تجرد اور عدم اندوختگی کی تقسیم عمل بھی سمجھ لینی چاہئے۔ ایسے اصول اطوار مستقل ارادت تو ہیں لیکن افعال کے جملہ دائروں میں ملحوظ نہ رکھے جانے کے باعث عزم کبیرہ کا درجہ نہیں رکھتے۔ مذکورہ شرائط کے بغیر سبب کل ذی جانوں کے ساتھ ہر موقع و محل پر ہمیشہ ہمیشہ ان پر کاربند رہا جائے اور کسی بھی سبب سے ان میں سرد مہری نہ آنے دی جائے تب یہ جملہ دائرہ ہائے عمل میں ملحوظ رکھے جانے پر عزم اثم کبیرہ کہلاتے ہیں۔

جامع کلمہ (32). طہارت، قناعت، ریاضت، مطالعہ اور توکل یہ پانچوں ضابطۂ باطن ہیں۔ یوگ کی اصطلاح میں ان کو نیم کہتے ہیں۔

تشریح: (1) طہارت۔ آب، خاک سے جسم، پارچات اور مکان وغیرہ کی غلاظت کو دور کرنا باہر کی صفائی ہے اس کے علاوہ اپنی جات اور منصب کے فرائض کی ادائیگی، حسب استعداد منصفانہ طور پر روزی کمانا، جسم کی پرورش کے لئے ضروری غلہ اور پاک صاف خالص اشیا فراہم کرکے ان کے ذریعہ صحائف میں کی ہدایات کے مطابق صاف ستھرا طعام کرنا، ہر کس و ناکس کے ساتھ اس کے درجہ کے مطابق شائستگی سے پیش آنا یہ بھی باہر کی صفائی ہی کے تحت آتے ہیں۔ ورد، ریاضت اور پاک خیالات کی وساطت سے اور خلوص وغیرہ جذبات سے قلب کی رغبت، نفرت وغیرہ غلاظت کو رفع کرنا صفائی باطن ہے۔

(2) قناعت۔ اپنا فرض سرانجام دینا اس کا خواہ کچھ بھی نتیجہ ہو، حسب مقدر جو کچھ بھی مل جائے اور جس صورت حال میں رہنے کا اتفاق ہو جائے اسی میں مطمئن ہونا، کسی طرح کی خواہش یا ہوس نہ کرنا یہ قناعت ہے۔

ریاضت، مطالعہ اور توکل ان تینوں کا بیان عملی یوگ کے تحت جامع کلمہ ا باب دوم میں کیا جا چکا ہے۔

جامع کلمہ (33): جب توجیہات (Reasoning) اصول اطوار اور ضابطۂ باطن کی تعمیل میں خلل انداز ہوں، تب ان کے برعکس خیالات پر بار بار غور کرنا چاہئے۔

تشریح: جب کبھی ربط کے عیب سے یا غیر منصفانہ طور پر کسی سے ستائے جانے پر بدلہ لینے کے لئے یا کسی اور دیگر وجہ سے دل میں عدم تشدد سے متضاد خیالات رکاوٹ پہنچائیں یعنی تشدد، چوری، دروغ گوئی کی جانب مائل کریں اور اصول اطوار اور ضابطۂ باطن کو ترک کرنے کی صورت پیدا ہو جائے تو اس وقت ان متضاد خیالات کے انسداد کے لئے ان میں عیب جوئی صورت برعکس کا قیاس و فکر کرنا چاہئے

جامع کلمہ (34): اصولات اطوار اور ضابطۂ باطن کے اضداد تشدد وغیرہ توجیہات کہلاتے ہیں۔ یہ تین طرح کے ہوتے ہیں۔ خود کردہ، دوسروں سے کروائے گئے اور حوصلہ افزائی کے لئے کئے گئے ان کے اسباب طمع، غصہ اور دلی تعلق ہیں ان میں خورد، میانہ اور کلاں درجات ہیں یہ رنج اور جہالت صورت لاشمار ثمرات دینے والے ہیں۔ اس طرح غور و تامل کرنا ہی برعکس کا قیاس و فکر ہے۔

تشریح: خود کردہ، دوسروں سے کروائے گئے اور دوسروں کو کرتے دیکھ کر ان کی حوصلہ افزائی کے لئے کئے گئے، ان تین اقسام کے ہونے والے تشدد، کذب، سرقہ اور عصیاں وغیرہ عیوب جو کہ اصولات اطوار اور ضابطۂ باطن کی اضداد ہیں، ان کا نام توجیہہ یعنی استدلال ہے۔ یہ عیوب کبھی طمع سے، کبھی غصہ سے اور کبھی دلی تعلق سے، چنانچہ کبھی خورد صورت، کبھی میانہ اور کبھی مہیب صورت میں شاغل کے روبرو ہو کر اس کو ستاتے ہیں اس وقت شاغل کو محتاط رہ کر غور کرنا چاہئے کہ وہ تشدد وغیرہ نقائص نہایت نقصان دہ ہیں اور داخل دوزخ کرنے والے ہیں۔ ان کا ماحصل بار بار اذیت پانا ہے اور جہالت کے جنگل میں پھنس کر بلی، کتے جیسے حیوانی اجسام میں پڑنا ہے اس لئے ان سے سراسر

دور رہ کر اصولات اطوار اور ضابطہ باطن کی تعمیل کرتے رہنا چاہئے۔ اس طرح کے سلسلۂ خیالات کو رواں رکھنا برعکس کا قیاس و فکر ہے۔

جامع کلمہ: (36) عدم تشدد کی حالت کا استحکام ہو جانے پر اس واصل کے نزدیک کل ذی جان عداوت ترک کر دیتے ہیں۔

تشریح: جب واصل کا جذبۂ عدم تشدد مکمل طور پر استوار ہو جاتا ہے۔ تب اس کے ربط میں آنے والے تند خو ذی جان بھی جذبۂ عداوت سے مبرا ہو جاتے ہیں۔ پرانوں اور دوسری مقدس کتابوں میں جہاں عارفوں اور تارک الدنیا لوگوں کے خانقاہوں (آشرموں) کی خوبصورتی کا بیان ملتا ہے وہاں جنگلی جانوروں میں فطری عداوت کے فقدان کا ذکر بھی ملتا ہے۔ مثلاً شیر، ہرن وغیرہ ایک ساتھ اکٹھے گھومتے پھرتے ہیں۔ یہ ان عارفوں (رشیوں) کے جذبۂ عدم تشدد کی وضاحت ہے۔

جامع کلمہ: (36) صداقت کی حالت کا استحکام ہو جانے پر واصل میں حاصل فعل کی اساس کی ہستی آ جاتی ہے۔

تشریح: جب واصل دیوگی (صداقت) کی تکمیل میں مکمل طور پر پختہ ہو جاتا ہے اس وقت اس میں کسی طرح کی بھی کمی نہیں رہتی اور وہ ادائیگی فرائض بصورت افعال کے ثمرات کی اساس بن جاتا ہے۔ جو فعل کسی نے نہیں کیا اس کا ثمرہ بھی اسے عطا کر دینے کی صلاحیت اس واصل میں آ جاتی ہے۔ یعنی جس کو جو عطیہ نعمت، بددعا یا دعا دیتا ہے وہ درست ہو جاتا ہے۔ اس کی گفتار کے ذریعہ جو عمل ہوتا ہے اس میں اساس ثمرہ ہوتی ہے۔ اس کا باطن اتنا پاک اور صاف ہو جاتا ہے کہ اس کی زبان سے وہی بات نکلتی ہے جو عمل پذیر ہونے والی ہوتی ہے۔

جامع کلمہ: (37) لا دزدی کی حالت کا استحکام ہو جانے پر دفینے ظاہر ہو جاتے ہیں۔

تشریح: جس نے رغبت کو مکمل طور پر ترک کر دیا ہے وہ ہر قسم کے مال و اسباب کے ذخیرہ کا مالک ہے۔ اس کو کسی شے کی کمی نہیں رہتی۔ اس کو دفینوں کا بھی علم ہو جاتا ہے۔

جامع کلمہ: (38) تجرد کی حالت استحکام استعداد کے لئے نفع رساں ہے

تشریح: جب شاغل کا قیام مکمل طور پر حالت تجرد میں ہو جاتا ہے تب

اس کے قلب، عقل، حواس اور جسم میں بے حد قوت کی نمود ہو جاتی ہے۔ عام آدمی کسی کام میں بھی اس کی ہمسری نہیں کر سکتے۔

جامع کلمہ (39): عدم اندوختگی کی حالت کا استحکام ہو جانے پر گزشتہ جنموں کے بارے میں بخوبی آگاہی ہو جاتی ہے۔

تشریح: جب شاغل میں عدم اندوختگی کا جذبہ پوری طرح مستحکم ہو جاتا ہے تب اسے گزشتہ جنموں کی اور موجودہ جنم کی کل باتوں کا علم ہو جاتا ہے۔ یہ آگاہی بھی دنیوی معاملات سے بے تعلقی پیدا کرنے والی اور تناسخ سے خلاصی دلانے کے لئے معاون ہے اور یوگ کی مزاولت کی جانب راغب کرنے والی ہے۔

یہاں تک اصولات اطوار کی تکمیل کا ثمرہ بیان کیا گیا، اس کے علاوہ بے غرضانہ طور پر اصولات اطوار پر کاربند رہنے سے مقام نجات کے حصول میں بھی مدد ملتی ہے۔

جامع کلمہ (40): طہارت کے عمل سے اعضاء میں نفرت اور دوسروں کی قربت اور مس نہ کرنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔

تشریح: طہارت کے عمل سے شاغل کو اپنے جسم میں ناپاکی کا احساس ہو کر اس سے بے دلی پیدا ہو جاتی ہے یعنی اس میں رجحان نہیں رہتا اور دیگر افراد کے قرب میں رغبت و الفت نہیں رہتی۔

جامع کلمہ (41): تزکیہ باطن، انبساطِ قلب، اجتماعِ توجہ، اختیارِ حواس اور جلوۂ ذات کی صلاحیت یہ پانچوں بھی ہوتے ہیں۔

تشریح: خلوص وغیرہ کسی جذبہ کی وساطت سے یا ورد، ریاضت، دیگر کسی عمل کے وسیلہ سے تزکیہ باطن کے لئے مزاولت کرنے سے رغبت، نفرت، حسد وغیرہ غلاظتیں دور ہو کر انسان کی قلبی کیفیت صاف و شفاف ہو جاتی ہے۔ قلب کی پراگندگی کا خاتمہ ہو کر اس میں ہمیشہ کیفیت انبساط بنی رہتی ہے۔ قلب کے انتشار کا عیب دور ہو کر ارتکاز آجاتا ہے اور تمام حواس قلب کے قابو میں آجاتے ہیں، چنانچہ اس میں جلوۂ ذات کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔

جامع کلمہ (42): قناعت سے ایسی اعلیٰ ترین راحت کی یافت ہوتی ہے کہ جس سے بہتر کوئی دوسری آسودگی نہیں ہے۔

تشریح: قناعت کے عمل سے ہوس کا فقدان ہو جاتا ہے۔ اس مقام پر مکمل تسکین ملتی ہے۔ اس کی برابری دوسری کوئی دنیاوی راحت نہیں کر سکتی۔ (گیتا۔ 18/36-37)*

جامع کلمہ (43): ریاضت کے تاثر سے جب غلاظتیں دور ہو جاتی ہیں تب جسم اور حواس کی تکمیل ہو جاتی ہے۔

تشریح: اپنے فرائض کی انجام دہی کے لئے قصد کرنا یعنی شعائر کی ادائیگی یا دیگر ہر طرح کے رنج اٹھانے کا نام ریاضت ہے (دیکھو تشریح جامع کلمہ 1 باب دوم) شغل سے جسم اور حواس کی غلاظت دور ہو جاتی ہے، تب شاغل (یوگی) کا جسم تندرست، صاف اور ہلکا ہو جاتا ہے۔ چنانچہ باب سوم کے 45 اور 46 ویں جامع کلمات میں بیان کردہ تکمیل وضع قطع صورت جسم سے متعلقہ کاملیت یا کا حصول ہو جاتا ہے۔ لطیف اور دور دراز مقام میں محجوب جگہ پر موجود موضوعات کو دیکھنا، سننا وغیرہ حواس متعلقہ کی کاملیت بھی حاصل ہوتی ہے۔

جامع کلمہ (44): مطالعہ سے محبوب معبود کا جلوہ بخوبی ہو جاتا ہے۔

تشریح: شعائر کی ادائیگی اور بصورت مطالعہ کے زیر اثر یوگی جس محبوب معبود کے جلوہ کی خواہش رکھتا ہے، اس کا جلوہ ہو جاتا ہے۔

جامع کلمہ (46): توکل سے مراقبہ کی کاملیت کا حصول ہو جاتا ہے۔

تشریح: خدا پر بھروسہ سے یوگ کے ریاض میں پڑنے والے اخلال کا ازالہ ہو کر جلد ہی مراقبہ کی تکمیل ہو جاتی ہے (دیکھو جامع کلمہ 23 باب اول) کیونکہ خدا کے بھروسہ رہنے والا شاغل تو محض مستعدی سے ریاض میں مشغول رہتا ہے اسے نتیجہ کی فکر نہیں ہوتی۔ اس کے ریاض میں آنے والے اخلال کو دور کرنے کا اور ریاض کی تکمیل کا بار خدا کے ذمہ پڑ جاتا ہے۔ چنانچہ عقیدت کی شدت سے ریاض کا عمل اور جلد پایۂ تکمیل کو پہنچنا ایک امر لازم ہی ہے۔

جامع کلمہ (46): بے حس و حرکت آرام سے بیٹھنے کا نام نشست یعنی آسن ہے

---

* اے ارجن! اب تو مجھ سے آرام کی تینوں قسموں کا حال سن۔ جو آرام شغل کی مزاولت سے میسر ہوتا ہے، تکلیف کا خاتمہ کرتا ہے۔ ابتدا میں زہر کی مانند اور انجام میں آب حیات کی مانند ہوتا ہے اور علم ذات کے [illegible] سے پیدا ہوتا ہے، وہ اعلیٰ درجہ کا بیان کیا گیا ہے (گیتا۔ 18/36-37)

تشریح: ہٹھ یوگ (طریقت جس میں جسم کو اذیتیں پہنچائی جاتی ہیں) میں نشست کی کئی انواع و اقسام کا ذکر کیا گیا ہے۔ لیکن یہاں ان کا بیان نہیں کیا جاتا۔ بیٹھنے کا طریق شاغل کی مرضی پر چھوڑ دیا ہے۔ مدعا و مقصد یہ ہے کہ شاغل حسب استعداد جس طریق سے بھی بے حس و حرکت، مستقل مزاجی، آرام اور بلا کسی طرح کے کرب کے احساس کے زیادہ عرصہ تک بیٹھ سکے وہی نشست یا آسن اس کے لئے موزوں ہے۔ اس کے علاوہ جس پارچہ وغیرہ پر بیٹھ کر عبادت کی جاتی ہے اس کو بھی آسن کہتے ہیں۔ یہ کپڑا اور گھاس وغیرہ سے بھی بنایا جاتا ہے۔ چنانچہ وہ بھی آرام دہ ہونا چاہیئے (گیتا *6/13-16)

جامع کلمہ:(47) جسم کے فطری عمل کی تقلیل سے اور لامحدود میں ہمہ تن متوجہ ہو جانے سے نشست کی تکمیل ہوتی ہے

تشریح: بدن کو سیدھا اور بے حرکت کر کے آرام سے بیٹھ جانے کے بعد جسم سے متعلقہ ہر قسم کے اطوار کو ترک کر دینا ہی جسم کے فطری عمل کی تقلیل ہے۔ اس سے اور لامحدود میں دل کو لگا دینے سے، ان دونوں طریقوں سے نشست کی تکمیل ہوتی ہے

جامع کلمہ:(48) نشست کی تکمیل اضداد یعنی مثلاً گرم و سرد، آسائش و اذیت وغیرہ کی ضرب نہیں لگتی۔

تشریح: نشست کی تکمیل ہو جانے پر جسم میں گرمی، سردی وغیرہ جوڑوال اضداد کا اثر نہیں پڑتا۔ جسم میں ان سب کو کسی بھی ایذا کے احساس کے بغیر برداشت کرنے کی قوت آجاتی ہے۔ چنانچہ وہ اضداد یعنی قلب کو ڈانواں ڈول نہیں کر پاتے جس سے شغل میں خلل نہیں پڑتا۔

جامع کلمہ:(49) نشست کی تکمیل ہو جانے کے بعد اندر کی جانب سانس لینے اور باہر کی جانب سانس نکالنے کو روک دینا

---

* وہ یعنی شاغل کسی پاک جگہ پر ہرن کی کھال یا کشا گھاس پر جو نہ بہت اونچی اور نہ بہت نیچی نشست بے حرکت قائم کر کے، دل کو یکسو کر کے قوت خیال اور حواس کے اعمال کو روک کر جلتے نشست پر بیٹھ کر صفائی قلب حاصل کرنے کے لیے شغل (یوگ) میں مشغول ہو، طالب حق جسم، سر اور گردن کو سیدھا اور بے حرکت قائم رکھ کر اپنی نظر کو اطراف و جوانب سے ہٹا کر ناک کے اگلے حصہ پر جما کر ..... (گیتا 6/13-14)

یا اس کا رک جانا "حبس دم" ہے۔

تشریح: باد حیاتی جسم میں داخل ہوتی اور باہر نکلتی ہے۔ ان دونوں جنبشوں کا رک جانا یعنی باد حیاتی کی آمد و شد صورت عمل کا بند ہو جانا ہی حبس دم کی حسب معمول خصوصیت ہے۔

اس امر کی طرف متوجہ ہونا چاہئے کہ یہاں نشست کی تکمیل کے بعد حبس دم کو سر انجام دینا بتلایا گیا ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ استحکام نشست کے بغیر حبس دم کی مزاولت ایک غلط طریقہ ہے۔ چنانچہ حبس دم کی مزاولت کے دوران نشست کا استوار ہونا اشد ضروری ہے۔

جامع کلمہ (51): مذکورہ حبس دم کی تین حالتیں ـــــ خارجی کیفیت، داخلی کیفیت اور کیفیت توقف ـــــ ہوتی ہیں،

اور وہ مقام، عرصہ اور شمار کی وساطت سے ناپا گیا، طویل اور لطیف ہو جاتا ہے۔

تشریح: پچھلے جامع کلمہ میں جس حبس دم کا بیان ہے اسے چہارم کہا گیا ہے اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس جامع کلمہ میں تین اقسام کے حبس دم کا ذکر ہے۔ ان تینوں ہی میں شاغل، مقام، عرصہ اور شمار کے ذریعہ یہ دیکھتا رہتا ہے کہ وہ کس حالت تک پہنچ چکے ہیں اس طرح جانچ کرتے کرتے حبس دم جیسے جیسے ترقی پذیر ہوتے جاتے ہیں، ویسے ویسے ہی ان میں طوالت اور لطافت کی افزونی ہوتی جاتی ہے اس سے اس امر کی بھی دلالت ہے کہ کیفیت توقف صورت تیسرے حبس دم میں بھی مقام کا واسطہ رہتا ہے، ورنہ اس کی جانچ مقام، عرصہ اور شمار کے ذریعہ کس طرح ہوگی؟

حبس دم کی تین انواع کا بیان مندرجہ ذیل ہے۔

(1) **خارجی کیفیت۔** باد حیاتی کو جسم سے خارج کر کے جتنے عرصہ تک آرام سے روکا جا سکے باہر ہی روک کے رکھنا اور اس امر کی بھی جانچ کرتے رہنا کہ وہ باہر جا کر کہاں کتنا عرصہ ٹھہری اور اس دوران عام حالت میں آدمی کی جنبش دم کا شمار کتنا ہوتا ہے۔ یہ خارجی کیفیت کا حبس دم ہے۔ مشق کرتے کرتے یہ طویل یعنی بہت عرصہ تک باہر رکے رہنے والا اور لطیف یا بلا سعی عمل پذیر ہو جانے والا ہو جاتا ہے۔

(2) **مقام کی جانچ۔** باد حیاتی جب ناک سے بارہ انگشت پر قائم

ہو جاتی ہے، تب اس کو طویل۔ لطیف کہا جاتا ہے۔

(ب) عرصہ کی جانچ۔ بادحیاتی کو خارج کرنے کا عرصہ داخلی کیفیت کے عرصہ سے دوگنا اور توقف سے نصف ہوتا ہے۔

(2) داخلی کیفیت۔ بادحیاتی کو اندر کھینچ کر اندر ہی جتنے عرصہ آرام سے رک سکے روکے رکھنا اور اس امر کی برابر جانچ کرتے رہنا کہ جسم کے اندر کہاں جا کر بادحیاتی رکتی ہے وہاں کتنا عرصہ آرام سے ٹھہرتی ہے اور اس عرصہ میں اس عام حالت کا شمار کرنا ہے۔ یہ داخلی کیفیت کا حبس دم ہے۔ مشق کی صلاحیت سے یہ طویل۔ لطیف ہو جاتا ہے۔

(ا) مقام کی جانچ۔ بادحیاتی کو کھینچ کر پیڑو (Pelvic) تک لے جانا ہوتا ہے۔

(ب) عرصہ کی جانچ۔ بادحیاتی کو اندر کھینچنے کا عرصہ خارجی کیفیت سے نصف اور توقف سے ایک چوتھائی ہے۔

(3) توقف کی کیفیت۔ داخلی اور خارجی دونوں جنبشوں کے فقدان سے بادحیاتی کو یک دم جہاں کا تہاں روک دینا کیفیت توقف کا حبس دم ہے۔ جس طرح تپیدہ لوہے وغیرہ پر ڈالی ہوئی پانی کی بوند یکدم سکڑ کر سوکھ جاتی ہے، اسی طرح توقف کی کیفیت کے حبس دم میں اندر کو اور باہر کو سانس لینے کی دونوں جنبشیں ایک ساتھ رک جاتی ہیں۔ یہ بھی مشق سے طویل اور لطیف ہو جاتا ہے۔

(ا) مقام کی جانچ۔ اس حبس دم میں اندر یا باہر کوئی جنبش نہیں ہوتی اور نہ ہی بادحیاتی کا کہیں لمس ہوتا ہے۔ ضفیرہ شراسیفی (Epigastric Plexus) وغیرہ میں روک دیتے ہیں۔

(ب) عرصہ کی جانچ۔ یہ داخلی کیفیت سے چار گنا اور خارجی کیفیت سے دوگنا ہوتا ہے۔

ضروری نوٹ: شاغل کسی بھی حبس دم کی مشق کرے اس کے ساتھ شمار کے لئے یعنی عرصہ کی جانچ کے لئے منتر یا آیت لگا لینا ایک بہتر صورت ہے۔ اس منتر یا آیت کو ناپ بنا لیا جاتا ہے۔ ایک میں داخل چار کا توقف اور دو میں خارج۔ اسی طرح

ولکہ بھی چلتا رہتا ہے اور حبس دم کی مشق بھی ہوتی رہتی ہے مشق کی بالیدگی ہونے پر منتر یا آیت کی تعداد دوگنی تین گنی علی ہذا القیاس بالترتیب بڑھائی جاتی ہے۔ اس بات کا دھیان رکھنا چاہئے کہ حبس دم حسب استعداد اور آرام سے ہو' اس میں زور زبردستی سے نقصان ہونے کا خدشہ ہے۔ صحائف یہ ہدایت تاکید اً کی گئی ہے کہ حبس دم کی مشق کسی تجربہ کار مرشد کی نگرانی ہی میں ہونی چاہئے۔ لہٰذا اسے کبھی نظر انداز نہ کیا جائے۔

جامع کلمہ :(51) ظاہری اور باطنی موضوعات کے ترک کر دینے سے خود بخود ہونے والا چہارم حبس دم ہے۔

تشریح: ظاہر اور باطن کے کل موضوعات کے خیال کو ترک کر دینے سے۔ اس وقت انفاس باہر نکل رہے ہیں یا داخل ہو رہے ہیں اور چل بھی رہے ہیں کہ ٹھہر گئے اس آگاہی سے بے خبر ہو کر قلب اپنے معبود یا نصب العین میں لگا دینے سے مقام عدد اور شمار سے بے خبر انفاس کی جنبش خود بخود جس کسی مقام پر رک جاتی ہے۔ یہ چوتھا حبس دم ہے یہ بلا تردد ہونے والا شاہی وصل (راج یوگ) کا حبس دم ہے۔ اس میں قلب کا منتشر ہونا بند ہو جاتا ہے، انفاس کی جنبش خود بخود رک جاتی ہے۔ قبل ازیں ذکر کردہ حبس دم میں کوشش کے ذریعہ انفاس کی جنبش کو روکنے کی مزاولت کرتے کرتے وہ مسدود ہو جاتی ہے یہی ان کی امتیازی خصوصیت ہے۔

جامع کلمہ :(52) حبس دم کی مزاولت سے روشنی یعنی علم کا حجاب تحلیل ہو جاتا ہے۔

تشریح: جیسے جیسے آدمی حبس دم کی مزاولت کرتا ہے، ویسے ویسے ہی اس کے مجتمع افعال کے تاثرات اور جہل وغیرہ زحمات کی تحلیل ہوتی چلی جاتی ہے۔ یہ تاثرات افعال اور جہل صورت زحمات ہی علم کا حجاب ہے۔ اس حجاب کی وجہ سے انسان کا علم محجوب رہتا ہے، اس لئے وہ محبت دنیا میں غلطاں رہتا ہے۔ اس پردہ کے تحلیل پذیر ہو کر قطعی طور پر بے اثر ہو جانے پر شاغل کا علم مثل آفتاب منور ہو جاتا ہے۔

جامع کلمہ :(53) اور قلب میں قیام کی صلاحیت بھی آجاتی ہے۔

تشریح: حبس دم کی مشق سے قلب میں قیام کی اہلیت پیدا ہو جاتی ہے یعنی اسے جہاں کہیں چاہیں بلا تردد قائم کیا جا سکتا ہے۔

جامع کلمہ (54) اپنے موضوعات کے علاقے سے لاتعلق ہونے پر جو حواس کا عقل کی ہیئت کے ساتھ یک رنگ ہو جانا ہے وہ "تسخیر حواس" ہے۔

تشریح: قبل الذکر طریق سے حبس دم کی مشق کرتے کرتے قلب اور حواس کا تزکیہ ہو جاتا ہے اس کے بعد حواس کی بیرونی کیفیت کو ہر جانب سے مجتمع کر کے قلب میں مدغم کرنا تسخیر حواس ہے۔ جب اس شغل کے دوران شاغل حواس کی کیفیات سے لاتعلق ہو کر قوت متخیلہ کو اپنے نصب العین میں لگا دیتا ہے اس وقت حواس کا موضوعات کی جانب راغب نہ ہو کر قوت متخیلہ میں معدوم ہو جانا تسخیر حواس کی تکمیل کی شناخت ہے اگر اس وقت بھی حواس بدستور اس کے روبرو ظاہری موضوعات کی تصویر پیش کرتے رہیں تو ایسی حالت میں "تسخیر حواس" نہیں ہوا۔ اپنشدوں میں بھی گفتار کے لفظ کی اشارت سے حواس کو قلب میں مسدود کرنے کی بات کہی گئی ہے (کٹھو اپنشد* 1/3/13)

جامع کلمہ (55) تسخیر حواس سے حواس پر کلی طور سے ضبط ہو جاتا ہے۔

تشریح: تسخیر حواس کی تکمیل ہو جانے پر یوگی کے حواس سراسر اس کے قابو میں آجاتے ہیں۔ ان کی آزادی عمل کا فقدان ہو جاتا ہے ایسا ہونے پر تسخیر حواس کے لئے اور کسی دیگر عمل کی ضرورت نہیں رہتی۔

---

* عاقل کے لئے مناسب ہے کہ وہ گفتار وغیرہ حواس کو بیرونی موضوعات سے ہٹا کر قلب میں معدوم کر دے یعنی ان کو ایسی حالت میں لے آئے کہ ان کا کوئی بھی عمل نہ ہو۔ قلب میں موضوعات کا ارتعاش نہ ہو۔ (کٹھو اپنشد 1/3/13)

باب سوم:

فضیلت

جامع کلمہ: (1) قوت متخیلہ یعنی قلب کو ایک مقام پر ٹھہرا دینا "قیام" ہے

تشریح: ناف، جگر (صفیرہ شراسیفی (Epigastric Plexus)) جبڑا، دل، کنول وغیرہ جسم کے اندر مقامات، آسمان، ماہ و خورشید وغیرہ، دیوتا یا کوئی بت وغیرہ، غرضیکہ کوئی بھی موضوع مشاہدہ، خارجی مقامات وغیرہ میں کسی ایک مقام پر قلب کی کیفیت کو لگا دینا "قیام" کہلاتا ہے۔

جامع کلمہ: (2) جہاں قلب کو لگایا جائے، اسی میں اس کی کیفیت کا ایک ہی شے کے تصور پہ قائم رہنا "تفکر" ہے۔

تشریح: جس مقصود شے میں قلب کو لگایا جائے، اسی میں قلب کا ہمہ تن متوجہ ہو جانا یعنی محض مقصود کی کیفیت کی روانی ہونا، اس کے مابین کسی بھی دیگر کیفیت کا نمونہ ہونا "تفکر" ہے۔

جامع کلمہ: (3) جب تفکر میں فقط مدعائے مقصود ہی کا احساس ہوتا ہے اور قلب کی اپنی ہیئت لاشے سی ہو جاتی ہے تب وہی تفکر "مراقبہ" ہو جاتا ہے۔

تشریح: تفکر کرتے کرتے جب قلب بعینہٖ مقصود میں تبدیل ہو جاتا ہے، اس میں اپنی ہیئت کی نیستی سی ہو جاتی ہے اور اس کا مقصود سے الگ ادراک نہیں ہوتا

اس وقت تفکر کو 'مراقبہ' کہا جاتا ہے یہی امتیازی علامت باب اول میں 'مراقبہ استدلال' کے نام سے بیان کی گئی ہے (دیکھو جامع کلمہ 23 باب اول)

جامع کلمہ: (4) کسی ایک مدعائے مقصود کے موضوع میں تینوں کا ہونا 'ضبط' ہے۔

تشریح: کسی ایک مدعائے مقصود کے موضوع میں تینوں (یعنی قیام، تفکر اور مراقبہ) کی تکمیل ہو جانے کو ضبط کہا گیا ہے۔ لہذا اس کتاب میں جہاں کہیں ضبط کا ذکر آیا ہے اس سے مراد تینوں کا ہونا ہے۔

جامع کلمہ: (5) اس (ضبط) کو فتح کر لینے سے عقل کی تابانی کا حصول ہوتا ہے۔

تشریح: شغل کرتے کرتے یوگی ضبط پر قدرت حاصل کر لیتا ہے یعنی اس کے قلب میں ایسی صلاحیت آجاتی ہے کہ وہ جس موضوع میں بھی ضبط کرنا چاہے اسی میں فوراً ضبط ہو جاتا ہے۔ ایسی حالت میں اس کی عقل میں غیر معمولی فہم آجاتی ہے۔ باب اول میں اس کو روحانی بخشش کا نام دیا گیا ہے (دیکھو جامع کلمات 48، 47 باب اول)

جامع کلمہ: (6) ضبط کو بتدریج حلقہائے عمل میں لگانا چاہیے۔

تشریح: اولاً کثیف موضوعات میں ضبط کرنا چاہیے۔ وہاں استقرار حاصل ہو جانے پر لطیف موضوعات میں بتدریج ضبط کیا جاتا ہے۔ اسی طرح جس جس مقام میں ضبط قائم ہو جائے اس اس سے آگے جانا ہوتا ہے۔

جامع کلمہ: (7) اولاً ذکر اشغال کی نسبت سے یہ تینوں اشغال باطنی ہیں

تشریح: اس سے قبل یعنی باب دوم میں جو یوگ کے اجزا یعنی اصول اطوار، ضابطہ، باطنی نشست، حبس دم اور تسخیر حواس یہ پانچ بتائے گئے ہیں ان کی نسبتاً اوپر ذکر کردہ قیام، تفکر اور مراقبہ یہ تینوں اشغال باطنی ہیں کیونکہ ان تینوں کا یوگ یعنی وصل کی تکمیل کے ساتھ نہایت قریب کا رشتہ ہے۔

جامع کلمہ: (8) تاہم قیام، تفکر اور مراقبہ بھی مراقبہ لاتجربہ یا مراقبہ لاتخم کے خارجی اجزا ہیں۔

تشریح: ذہن کبیر استوار ہو جانے پر جب فہم المراقبہ کے تاثرات بھی مسدود

ہوجاتے ہیں تب مراقبہ لاتخم کی تکمیل ہوتی ہے (دیکھو جامع کلمہ 15 باب اول) اس لئے قیام، تفکر اور مراقبہ بھی اس کے باطنی اجزا نہیں ہو سکتے، کیونکہ اس میں ہر طرح کی کیفیات کو نیست کیا جاتا ہے (دیکھو جامع کلمہ 19 باب اول) کسی بھی تفکر میں قلب کو قائم کرنے کا شغل نہیں کیا جاتا۔

جامع کلمہ: (9) حالت لاجذبیت کے تاثرات کا دب جانا اور حالت مسدودیت کے تاثرات کا نمو ہو جانا' یہ جو مسدودیت کے دوران ہونے والے قلب کا دونوں تاثرات کے دست نگر ہو جاتا ہے وہ تغیر مسدودیت کہا گیا ہے۔

تشریح: حالت مسدودیت میں قلب کی تمام کیفیات کی نیستی ہو جانے پر بھی ان کے تاثرات کا انلاف نہیں ہوتا۔ اس وقت محض تاثرات ہی باقی رہتے ہیں جیسا کہ پہلے باب اول میں بیان کیا گیا ہے (دیکھو جامع کلمہ 18 باب اول) اس لئے مسدودیت کے دوران قلب لاجذبیت اور مسدودیت دونوں طرح کے تاثرات سے معمور رہتا ہے کیونکہ قلب بنیاد متعلقات ہے اور تاثرات اس کے افعال متعلقہ ہیں۔ بنیاد متعلقات اپنے افعال متعلقہ میں ہمیشہ معمور رہتی ہے، یہ اصول ہے۔ (دیکھو جامع کلمہ 14 باب سوم) مسدودیت کے دوران جو حالات لاجذبیت یا ظہور ہی کے تاثرات کا دب جانا اور مسدودیت کے تاثرات کا ظاہر ہونا ہے، یہ تاثرات میں معمور قلب کا لاجذبیت افعال متعلقہ سے مسدودیت افعال متعلقہ میں تغیر پذیر ہونے کی صورت تغیر مسدودیت ہے۔ مراقبۂ مسدودیت کی نسبتاً مراقبہ تجریدی بھی حالت لاجذبیت ہی ہے۔ (دیکھو جامع کلمہ 8 باب سوم) اس لئے اس کے تاثرات کو یہاں تاثرات لاجذبیت ہی کا متلازم سمجھنا چاہئے۔

جامع کلمہ: (10) مسدودیت کے تاثرات سے قلب کی سکون پذیر حالت ہوتی ہے۔

تشریح: تفسیر لکھنے والوں نے اس جامع کلمہ کا مفہوم یہ بتلایا ہے کہ مسدودیت کے تاثرات کے شغل کو مستحکم کرنے کی ضرورت ہے جس سے قلب کی حالت میں پر سکون ہونے کی روانی آجائے، کیونکہ مسدودیت کے تاثرات مدھم

پڑتے ہی ظہوری یعنی لاجذبیت کے تاثرات پھر ان کو دبا دیتے ہیں۔ یہاں یہ امر بھی ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ مراقبہ مسدودیت کے ٹوٹنے تک جو قلب میں انھیں تاثرات کے استوار اور ناتواں ہوتے ہونے پر سکون ہونے کی روانی کا بہتا ہے وہ اس کا "حال تغیر" ہے۔

جامع کلمہ (11): ہر طرح کے موضوعات پر غور و فکر کرنے کی کیفیت کا اتلاف ہو جاتا اور کسی ایک موضوع تفکر کا خیال کرنے والی حالت یکسوئی کا طلوع ہو جاتا قلب کا "تغیر مراقبہ" ہے۔

تشریح: مراقبہ مسدودیت سے قبل جب یوگ کے مراقبہ تجرید کی تکمیل ہو چکی ہے اس وقت قلب کی حالت انتشار کی نیستی ہو کر حالت مجتمع کا ظہور ہو جاتا ہے۔ لااستدلال اور لافکر مراقبہ تجرید میں محض تفکر ہی کی آگاہی رہتی ہے، قلب کی اپنی ہیئت کا وقوف نہیں رہتا (دیکھو جامع کلمہ 43 باب اول) حالت انتشار سے حالت یکسوئی میں رجحان ہو جانے کی صورت "تغیر مراقبہ" ہے۔

جامع کلمہ (12): بعد ازاں جب پر سکون ہونے والی اور نمو ہونے والی دونوں کیفیات یکساں سی ہو جاتی ہیں تب اسے قلب کی "تغیر یکسوئی" قرار دیا جاتا ہے۔

تشریح: جب قلب حالت انتشار سے حالت یکسوئی میں داخل ہوتا ہے اس وقت قلب کا جو تغیر ہوتا ہے اس کو تغیر مراقبہ کہا گیا ہے۔ جب قلب بخوبی طور پر ہمہ تن متوجہ ہو جاتا ہے بعد ازاں جو تغیر قلب میں ہوتا رہتا ہے اسے "تغیر یکسوئی" کہتے ہیں۔ اس میں پر سکون ہونے والی کیفیت اور نمو ہونے والی کیفیت ایک سی ہو جاتی ہیں قبل الذکر تغیر مراقبہ میں تو پر سکون ہونے والی اور نمو ہونے والی کیفیات کی تفریق رہتی ہے لیکن اس میں یعنی تغیر یکسوئی میں پر سکون ہونے والی اور نمو ہونے والی کیفیات میں کوئی تفریق نہیں رہتی۔ یہی تغیر مراقبہ اور تغیر یکسوئی میں فرق ہے۔ مراقبہ تجرید کی ابتدائی حالت میں تغیر مراقبہ ہوتا ہے جو بعد ازاں استوار ہو جانے پر تغیر یکسوئی ہو جاتا ہے اس تغیر یکسوئی کے وقت والی حالت ہی کو باب اول میں لافکر مراقبہ کی پاکیزگی

کا نام دیا گیا ہے (دیکھو جامع کلمہ 47 باب اول)

جامع کلمہ (13): قلب کی جو مذکرہ بالا کیفیات بیان کی گئی ہیں انہیں
سے عناصر خمسہ اور تمام حواس میں ہونے والے
افعال متعلقہ، تغیر، خصوصیت تغیر اور حال تغیر ان
تینوں تغیرات کی وضاحت کر دی گئی۔

تشریح: 1، 9 اور 10 جامع کلمات میں تو مراقبہ مسدودیت کے دوران ہونے والے قلب کے فعل متعلقہ، تغیر، خصوصیت تغیر اور حال تغیر کا بیان کیا گیا اور 11 اور 12 جامع کلمات میں مراقبہ تجریہ کے دوران ہونے والے قلب کے فعل متعلقہ، خصوصیت اور حال تغیر کا بیان کیا گیا۔ اسی طرح کائنات کی کل اشیاء میں یہ تغیرات جاری و ساری ہیں، کیونکہ تینوں ہی صفات کی ہر دم ہونے والی تبدیلیاں ہیں۔ اس لئے ان کے افعال و اعمال میں تغیر ہوتے رہنا امر لازم ہے۔ اسی لئے اس جامع کلمہ میں یہ بات کہی گئی ہے کہ قبل کے بیان ہی سے عناصر خمسہ (خلا، باد، آتش، آب اور خاک) اور تمام حواس میں ہونے والے افعال متعلقہ، خصوصیت اور حال تغیرات کو سمجھ لینا چاہئے۔ ان کی تقسیم و تفریق تمثیلاً بیان کی جاتی ہے۔

اس بارے میں یہ امر بخوبی ذہن نشین کر لینا چاہئے کہ سانکھیہ اور یوگ کے اصول کے مطابق کوئی بھی شئے ہوتے بغیر پیدا نہیں ہوتی اور جو شئے پیدا ہوتی ہے وہ پیدا ہونے سے پہلے بھی اپنے مبدا میں وجود رکھتی تھی اور غیر مرئی ہونے کے بعد بھی موجود رہے گی۔
اس ضمن میں اپنشد میں مندرجہ ذیل ذکر ملتا ہے۔

"اے ماہ رو! یہ کائنات تخلیق سے قبل بھی وجود رکھتی تھی۔ قبل ازیں یہ تاریک صورت ہی تھی یعنی لطیف علت صورت تھی اور خورشید وغیرہ کی روشنی سے تہی ہونے سے غیر مرئی تھی وغیرہ وغیرہ" (چھندوگیہ اپنشد 6/2/1 اور سانکھیہ 36/1)

آج کے سائنسی علم کی روشنی میں بھی یہ اصول مثبت اور واضح ہو چکا ہے کہ مادوں کا اتلاف نہیں ہوتا محض ان کے مقام، ہیئت اور نام میں تغیر ہوتا ہے مثلاً جب موم بتی جلتی ہے تو ہائیڈروجن اور کاربن باہر نکل کر فضا میں ضم ہو جاتے ہیں اور آکسیجن کے

ساتھ مل کر بتدریج تبخیر اور کاربن ڈائی آکسائڈ کی صورت میں بدل جاتے ہیں۔ گیتا میں بھی اس امر کی تصدیق کی گئی ہے 'باطل کی ہستی نہیں ہے اور حق کو فنا نہیں ہے' (گیتا 2/16) جو کبھی نہیں تھا وہ پیدا نہیں ہوتا اور جو ہے اس کا کبھی فقدان نہیں ہو سکتا علاوہ ازیں علت۔ معلول صورت جملہ کائنات کا لمحاتی ہونا استخراج سے عدم مطابقت رکھنے سے لا وجود سے وجود کا ہونا خارج از امکان ہے۔

قرآن کہتا ہے خدا ہر شے کا خالق ہے، خدا علیم ہے اس کو ہر شے کا علم اس کی تخلیق سے پہلے تھا جو اشیا ہمارے دائرہ علم میں ہیں وہ باطناً خدا کی اشلہ (Ideas) ہیں لہذا صوفی لوگ خدا کی اشلہ کو اشیاء کی ہئیت تسلیم کرتے ہیں جو آشکار یعنی تخلیق ہونے پر موضوعات ظاہری یا تخلیق شدہ اشیا یا محض خلائق کہلاتی ہیں اس سے بھی اس عقیدہ کی تائید ہوتی ہے کہ کوئی بھی شے ہوئے بغیر پیدا نہیں ہوتی۔

ست۔ رج۔ تم۔ تینوں صفات سے پیدا ہوتے فعل متعلقہ خصوصیت اور حال یہ تینوں تغیرات تمام مادی اشیاء میں پائے جاتے ہیں جس میں یہ تغیرات ہوتے ہیں اس کو فاعل اساسی کہتے ہیں اور تغیرات 'فعل متعلقہ' کہلاتے ہیں محض علت صورت جو ہر ابتدائی یعنی قدرت ہی غیر متعلق فعل متعلقہ ہے اس کے علاوہ عنصر کبیر سے لے کر عناصر کثیف یعنی خاک، آب وغیرہ تک تمام تغیر و تبدل با تعلق فعل متعلقہ ہیں۔ اب ان تغیرات کا فرداً فرداً بیان کیا جاتا ہے۔

(1) فعل متعلقہ تغیر۔ مٹی سے سفال گر طرح طرح کے برتن تیار کرتا ہے۔ یہ مٹی مادہ فاعل اساسی ہے اس میں طرح طرح کے برتنوں کی اشکال جو عمل کے تبدل سے رونما ہوئی ہیں وہ فعل متعلقہ ہیں فاعل اساسی مٹی جیسی کی ویسی ہی بنی رہتی ہے اس میں کوئی تغیر نہیں ہوتا۔ برتنوں کی اشکال جو مختلف قسم کے عمل کے تبدل سے تیار ہوئی ہیں ان میں سے ایک فعل متعلقہ کا نہاں ہونا اور دوسرے فعل متعلقہ کا ظاہر ہونا فاعل اساسی کا فعل متعلقہ تغیر کہا جاتا ہے۔

نو یں (9) ویں اجامع کلمہ میں تغیر مسدودیت سے قلب میں فعل متعلقہ تغیر کا ہونا بیان کیا گیا ہے۔ قلب فاعل اساسی کے دو افعال متعلقہ ہیں لاجذبیت تاثر اور مسدودیت تاثر ان میں سے ایک تاثر کا نہاں ہونا اور دوسرے کا ظاہر ہونا قلب کا فعل متعلقہ تغیر

اسی طرح گیارہویں (۱۱ویں) جامع کلمہ میں مراقبہ تغیر میں قلب کی حالت انتشار یعنی ہمہ مقصود صورت فعل متعلقہ کا نہاں ہو جانا اور یکسوئی صورت فعل متعلقہ کا ظاہر ہونا قلب کا فعل متعلقہ تغیر ہے۔

مٹی کی شکل سونا چاندی کے زیورات اور پیتل تانبہ وغیرہ دھاتوں سے برتن وغیرہ تیار ہوتے ہیں یہ مختلف اساسی فاعلوں میں فعل متعلقہ تغیر ہی ہے۔

حواس میں بھی فعل متعلقہ تغیر ہوتا ہے مثلاً آنکھ کا مختلف قسم کے رنگوں کو دیکھنا، زبان کا مختلف ذائقوں کو چکھنا، کان کا مختلف آوازوں کو سننا وغیرہ۔ ان سب میں ایک کو چھوڑ کر دوسرے کا وقوف ہوتا ہے مثلاً آنکھ کو کبھی نیلے اور کبھی زرد رنگ کی آگاہی ہونا، زبان کو کبھی شیریں اور کبھی ترش ذائقہ کا احساس ہونا اور کان کو کبھی سریلی اور کبھی کرخت صدا کا وقوف ہونا۔

(2) خصوصیت تغیر۔ مذکورہ بالا فعل متعلقہ تغیر میں برتن مٹی ہی کی ایک نئی شکل ہے۔ یہ شکل اس میں پوشیدہ تھی جو اب ظاہر ہو گئی ہے برتنوں کی اشکال مٹی ہی کے افعال متعلقہ ہیں جو اس میں پوشیدہ رہتے ہیں۔ اس پوشیدہ فعل متعلقہ یعنی شکل کا ظاہر ہونا مستقبل سے حال میں آنا خصوصیت تغیر ہے۔ جب تک برتن ظاہر نہیں ہوا تھا تب تک وہ اب تک نہیں ہوا خصوصیت والا تھا جب ظاہر ہو گیا تب حال خصوصیت والا ہو گیا اور جب ٹوٹ کر مٹی میں مل جائے گا تب وہ ماضی خصوصیت والا ہو جائے گا۔ برتن ازمنہ ثلاثہ میں مٹی میں موجود تھا، ماضی اور مستقبل میں پوشیدہ صورت سے اور حال میں بظاہر صورت سے۔ اس طرح زماں کے لحاظ سے فاعل اساسی میں تین خصوصیت تغیر ہوتے ہیں۔ اب تک نہیں ہوا مستقبل کے لحاظ سے، ظاہر حال کے لحاظ سے اور گزرا ہوا ماضی کے لحاظ سے ہر ایک فعل متعلقہ ان تینوں خصوصیات کے ساتھ ترکیب پایا ہوا رہتا ہے۔

جامع کلمہ ۹ میں فاعل اساسی قلب کے مسدود ہونے کے تغیر میں لاجذبیت تاثر اور مسدودیت تاثر دونوں افعال متعلقہ مذکورہ تینوں خصوصیات سے ترکیب پائے ہوئے رہتے ہیں۔ ان میں سے حالت لاجذبیت یعنی ظہوری حالت تاثر کا موجودہ خصوصیات کو چھوڑ کر فعل متعلقہ ترتیب کو نہ چھوڑتے ہوئے گزرے ہوئے وقت میں

نہاں ہو جانا اس کا ماضی خصوصیت تغیر ہے۔ اسی طرح مسدودیت تاثر کا اب تک نہیں ہوا ُروش کو چھوڑ کر کے فعل متعلقہ ترتیب کو نہ چھوڑتے ہوئے موجودہ وقت میں ظاہر ہو جانا اس کا حال خصوصیت تغیر ہے۔ جامع کلمہ 11 میں قلب کے مراقبہ تغیر میں اس کے ہمہ مقصود اور یکسوئی افعال متعلقہ دو خصوصیات والے ہیں۔ ہمہ مقصود کا حال خصوصیت کو چھوڑ کر کے فعل متعلقہ کی ترتیب کو نہ چھوڑتے ہوئے گزشتہ خصوصیت کا حصول کرنا اس کا ماضی خصوصیت تغیر ہے اور یکسوئی کا اب تک نہیں ہوا ُروش کو چھوڑ کر کے فعل متعلقہ ترتیب کو نہ چھوڑتے ہوئے حال خصوصیت میں ظاہر ہونا اس کا حال خصوصیت تغیر ہے۔

قائل اساسی چشم کے افعال متعلقہ نیلے، زرد موضوعات کے وقوت کے ظاہر ہونے سے قبل ابھی تک نہیں ہوئے زماں میں نہاں رہنا ان کا اب تک نہیں ہوا خصوصیت تغیر ہے۔ ابھی تک نہیں ہوئے زماں سے حال میں ظاہر ہو جانا حال خصوصیت تغیر ہے اور نہاں نہ حال سے گزر گئی کیفیت میں نہاں ہو جانا ماضی خصوصیت تغیر ہے۔ علی ہذا القیاس زبان، گوش وغیرہ دیگر حواس کے بارے میں بھی اسی طرح سمجھ لینا چاہئے۔

(3) حال تغیر۔ کوئی شے جیسے جیسے پرانی ہوتی جاتی ہے ویسے ویسے فرسودہ ہوتی جاتی ہے۔ یہاں تک کہ ایک وقت آتا ہے کہ وہ اس قدر دریدہ وخستہ حالت کو پہنچ جاتی ہے کہ ہاتھ لگاتے ہی ٹوٹنے بکھرنے وغیرہ لگتی ہے۔ فرسودہ ہونے کی حالت ہر لمحہ ہوتی رہتی ہے اس لئے اس کو حالت تغیر کہتے ہیں فعل متعلقہ اور خصوصیت کی رو سے ہونے والا تغیر تو شے کے پیدا ہونے کے وقت ہوتا ہے لیکن حال تغیر اس کے ختم ہونے تک ہوتا رہتا ہے۔ ایک فعل متعلقہ کی اب تک نہیں ہوا خصوصیت سے موجودہ خصوصیت میں ظاہر ہونے تک اس کی حالت کو استوار کرنے میں اور اسی طرح موجودہ خصوصیت سے گزشتہ خصوصیت میں جانے تک اس کی حالت کو کمزور کرنے میں ہر لمحہ جو تغیر ہو رہا ہے وہ حال تغیر ہے۔ جامع کلمہ 10 میں مراقبہ مسدودیت کے ٹوٹنے تک جو مسدودیت کے تاثر کا ہر لمحہ استوار ہونا اور بعد ازاں ناتواں ہوتے ہوئے پُرسکون ہونے کی روانی کا بہنا ہے وہ اس کا حال تغیر ہے۔ اسی طرح مٹی کے فعل متعلقہ سبو وغیرہ کی اب تک نہیں ہوا خصوصیت سے موجودہ خصوصیت میں آنے تک

اور موجودہ خصوصیت سے گزشتہ خصوصیت میں جانے تک اس کی حالت کو بتدریج استوار اور ناتواں کرنے میں ہر لمحہ تغیر ہوتا رہتا ہے وہ سبو کا حال تغیر ہے۔ اسی طرح چشم وغیرہ فاعل اساسی کے فعل متعلقہ نیلے زرد وغیرہ موضوعات کی آگاہی میں حال تغیر ہوتا رہتا ہے یعنی موجودہ خصوصیت والے نیلے زرد وغیرہ موضوعات کی آگاہی کی شکل فعل متعلقہ کا ظاہری۔ خفی صورت حال تغیر ہوتا رہتا ہے۔

یوگ کی رو سے فعل متعلقہ معلول ہے اور فاعل اساسی علت ہے۔ فاعل اساسی کا افعال متعلقہ سے، افعال متعلقہ کا خصوصیات سے اور خصوصیات کا حال سے تغیر ہوتا ہے۔ اس طرح صفاتی کیفیت ایک ثانیہ بھی فعل متعلقہ خصوصیت اور حال تغیر سے خالی نہیں رہتی۔ صفات کی فطرت ہی التفات کا سبب ہے۔ درحقیقت یہ تمام ایک ہی تغیر ہے۔ فاعل اساسی کی ہیئت ہی فعل متعلقہ ہے کوئی مختلف شے نہیں کیونکہ فاعل اساسی کی تغیر پذیری ہی فعل متعلقہ نام سے کہی جاتی ہے۔ فاعل اساسی کی متبدل صورت فعل متعلقہ ہی کی فاعل اساسی میں موجود رہتے ہوتے گزشتہ، اب تک نہیں ہوا موجودہ روشوں سے مختلف ترتیب ہوتی ہے نہ کہ فاعل اساسی مادہ کا مختلف ہوتا ہوتا ہے۔ مثلاً سونے کا کوئی زیور توڑ کر اور طرح کا زیور بنانے سے زیور کی شکل مختلف ہو جاتی ہے لیکن سونے کی ہیئت نہیں بدلتی اسی طرح قلب وغیرہ اساسی فاعلوں کی ماہیت میں کوئی تبدیلی نہیں آتی ان کے مسدود وغیرہ ہونے سے افعال متعلقہ کی ترتیب بدلتی رہتی ہے۔

جامع کلمہ 14) گزشتہ، موجودہ اور آئندہ افعال متعلقہ میں جو متوسل رہتا ہے یعنی بنیادی طور پر حاضر رہتا ہے وہ فاعل اساسی ہے۔

تشریح: مادہ میں ہمیشہ موجود رہنے والی لاشمار قوت عمل کو فعل متعلقہ کہا گیا ہے اور اس کے بنیادی عنصر مادہ کو فاعل اساسی کہا گیا ہے۔ مدعا و مقصود یہ ہے کہ جس علت صورت خارجی شے سے جو کچھ بن چکا ہے، جو بنا ہوا ہے اور جو بن سکتا ہے وہ سب اس کے افعال متعلقہ ہیں۔ وہ ایک فاعل اساسی میں لاشمار رہتے ہیں اور اپنے اپنے اسباب کے ملنے پر ظاہر اور فرو ہوتے رہتے ہیں۔ ان کی مندرجہ ذیل ہیں

اقسام ہیں۔

(1) غیر مروج۔ جو افعال متعلقہ فاعل اساسی میں قوت عمل صورت سے موجود رہتے ہیں کام میں لانے لائق نہ ہونے کی وجہ سے جن کا حوالہ نہیں دیا جا سکتا وہ "غیر مروج" کہلاتے ہیں۔ انھیں کو آئندہ یا آنے والے بھی کہتے ہیں۔ مثلاً پانی میں برف، مٹی میں برتن اپنے عمل پذیر ہونے کے لئے ظاہر ہونے سے قبل صلاحیت صورت سے مخفی رہتے ہیں۔

(2) آشکارا۔ جو افعال متعلقہ قبل ازیں صلاحیت صورت سے فاعل اساسی میں مخفی تھے، وہ جب اپنے عمل پذیر ہونے کے لئے ظاہر ہو جاتے ہیں تب "آشکارا" کہلاتے ہیں۔ انھیں کو موجود بھی کہتے ہیں۔ مثلاً پانی میں قوت عمل صورت سے موجود برف کا ظاہر ہو کر موجود صورت میں آجانا، مٹی میں صلاحیت صورت سے موجود برتن کا ظاہر ہو کر موجود صورت میں آجانا۔

(3) فروشدہ۔ جو افعال متعلقہ اپنا دائرہ عمل پورا کر کے فاعل اساسی میں جذب ہو جاتے ہیں وہ "فروشدہ" کہلاتے ہیں۔ انھیں کو گزشتہ بھی کہتے ہیں مثلاً برف کا پگھل کر پانی میں مدغم ہو جانا اور گھڑے کا پھوٹ کر مٹی میں مل جانا۔

افعال متعلقہ کی غیر مروج، آشکارا اور فروشدہ، ان تینوں حالتوں میں فاعل اساسی ہمیشہ ہی متوسل رہتا ہے کسی بھی وقت اور کسی بھی حالت میں فاعل اساسی کے بغیر افعال متعلقہ نہیں رہتے۔

جامع کلیہ (15): تغیر کے اختلاف میں عمل کا اختلاف سبب ہے۔

تشریح: ایک ہی مادہ کا کسی ایک عمل سے جو تغیر ہوتا ہے، دوسرے عمل سے اس سے مختلف ہی تغیر ہوتا ہے، دیگر کسی عمل سے تیسرا ہی تغیر ہوتا ہے۔ جیسے ہمیں روئی سے کپڑا بننا ہے تو پہلے روئی کو دھن کر پونیاں بنا کر، چرخہ پہ کات کر اس کا سوت بناتے ہیں۔ پھر اس سوت کا لمبا تانا کرتے ہیں، پھر اسے سانے میں سے پار کر کے رولر پر چڑھاتے ہیں، بعد میں ہے میں سے پار کر اس کے نصف دھاگوں کو اوپر اٹھاتے ہیں اور نصف کو نیچے لے جاتے ہیں اور درمیان میں بھرنی کا سوت پھینک کر اس دھاگے کو مناسب جگہ پر جما دیتے ہیں پھر اوپر والے دھاگوں کو نیچے لے جاتے ہیں، نیچے والے دھاگوں کو اوپر لے آتے ہیں اس طرح سے عمل کرتے رہنے پر آخر میں کپڑا صورت روئی کا تغیر ہوتا ہے لیکن

اگر ہمیں اس روئی سے چراغ کی بتی بنانی ہوتی ہے تو اسے معمولی سا بٹ دیدینے سے فوراً تیار ہوجاتی ہے اور اگر کنوئیں میں سے پانی نکالنے کے لئے رسی تیار کرنی ہے تو اولین سوت بنا کر ان دھاگوں کو چار پانچ حصوں میں لمبا کرکے بٹتے ہیں جس سے رسی تیار ہوجاتی ہے۔ ان میں بھی جیسا کپڑا یا جیسی بتی یا جس طرح کی رسی بنانی مطلوب ہو ویسا ہی الگ الگ طرح کا عمل کرنا پڑتا ہے۔ علیٰ ہذا القیاس دیگر اشیا کے معاملہ میں بھی ویسا ہی سمجھ لینا چاہئے۔

یہ اس امر کی دلالت ہے کہ عمل میں تبدیلی ہونے سے ایک ہی فاعل اساسی الگ الگ اسم، شکل والے افعال متعلقہ سے مزین ہوجاتا ہے۔ اس کے تغیر کے اختلاف کی وجہ عمل کا اختلاف ہے، دیگر کچھ نہیں عمل کا اختلاف معاون وجوہ کے ربط سے ہوتا ہے۔ مثلاً خشکی کے رابطہ سے پانی میں برف صورت فعل متعلقہ کا ظہور ہونے کا عمل ہوتا ہے اور حدت کے رابطہ سے بھاپ بننے کا عمل شروع ہوجاتا ہے۔

جامع کلمہ (16): متذکرہ تینوں تغیرات میں ضبط کرنے سے گذشتہ اور آئندہ کا علم ہوجاتا ہے۔

تشریح: فعل متعلقہ تغیر، خصوصیت تغیر اور حال تغیر ان تینوں تغیرات کا بیان قبل ازیں کیا گیا ہے۔ ان تینوں تغیرات میں ضبط یعنی قیام، تفکر اور مراقبہ کرنے سے یوگی کو ان کا جلوہ (جس علم میں ثابت قدمی ہوئی تھی اس کا جلوہ ظاہر و باطن میں منظر آتا) ہو کر ماضی اور مستقبل کی آگاہی ہوجاتی ہے۔ مدعا و مقصود یہ ہے کہ جس موجودہ شے کی بابت یوگی یہ جاننا چاہے کہ اس کی علت اساسی کیا ہے اور یہ کس طریق سے بدلتی ہوئی کتنے عرصہ میں کس طرح اپنے مبدا میں جذب ہوگی یہ تمام امور متذکرہ تینوں تغیرات میں ضبط (قیام، تفکر اور مراقبہ) کرنے سے جان سکتا ہے۔

جامع کلمہ (17): لفظ، معنی اور آگاہی ان تینوں کا جو ایک میں ادغام کا وقوت باطل ہوجانے کی وجہ سے امتزاج ہو رہا ہے ان کی ترتیب میں ضبط کرنے سے کل جانداروں کی بولی کا علم ہوجاتا ہے۔

تشریح: کسی شے کے اسم، شکل اور آگاہی یہ تینوں اگرچہ اپنے میں مختلف ہیں

مثلاً گھڑا یہ لفظ مٹی سے بنی ہوئی جس شے کی طرف اشارہ کرتا ہے وہ خارجی شے سراسر مختلف ہے۔ اسی طرح گھڑے کی صورت کی اس شے کی جو آگاہی ہوتی ہے وہ قلب کی ایک مخصوص کیفیت ہے لہٰذا وہ گھڑا صورت موضوع مشاہدہ سے سراسر مختلف امر ہے، کیونکہ لفظ قوت گویائی کا فعل متعلقہ ہے، گھڑا صورت خارجی شے، مٹی کا فعل متعلقہ ہے اور کیفیت قلب کا فعل متعلقہ ہے تاہم تینوں کا مرکب بنا رہتا ہے چنانچہ جب یوگی غور و فکر کی وساطت سے ان کی ترتیب کو ذہن نشین کرکے اس تقسیم میں ضبط کر لیتا ہے تب اس کو کل جانداروں کی بولی سے یہ علم ہو جاتا ہے کہ کس مقصد سے کسی جاندار نے کوئی صوت نکالی ہے۔

جامع کلمہ ۱۸؍۳ ضبط کے ذریعہ تاثرات کو صریحی حالت میں لے آنے یعنی ان کا جلوہ ہو جانے سے گزشتہ جنموں کا علم ہو جاتا ہے

تشریح: تاثرات دو قسم کے ہوتے ہیں، ایک حافظہ کے تخم صورت رہتے ہیں جو حافظہ اور رجحانات کا باعث ہیں۔ دوسرے مآل کار یعنی نیک و بد افعال کے انجام کی وجہ رغبت صورت رہتے ہیں جو جنم یا قسمِ حیات، لذات نفسانی و طبعی اور ان میں احساس راحت و اذیت کا سبب ہوتے ہیں۔ وہ خیر و شر صورت ہوتے ہیں یہ جملہ تاثرات اس جنم اور گزشتہ جنموں میں کئے گئے افعال سے تعمیر پاتے ہیں جو گراموفون ریکارڈ کی مانند قلب میں منقش رہتے ہیں۔ وہ تغیر، رغبت، مسدودیت، قوت، حیات اور خصلت کی مانند غیر مرئی قلب کے افعال متعلقہ ہیں۔ ان میں ضبط (قیام، تفکر اور مراقبہ) کرنے سے یوگی ان کو صریحی حالت میں لے آتا ہے یعنی ان کا جلوہ حاصل کر لیتا ہے۔ اس سے اس کو زمان و مکاں اور جن اسباب سے وہ تاثرات ترتیب پاتے ہوتے ہیں سب یاد آجاتے ہیں۔ یہ گزشتہ جنموں کا علم ہے۔ یوگیوں کے علاوہ بہت سے پاک تاثرات والے بچے بھی اپنے گزشتہ جنموں کا حال بتلا دیتے ہیں۔ جس طرح تاثرات کو صریحی حالت میں لے آنے سے اپنے گزشتہ جنموں کا علم ہو جاتا ہے، اسی طرح دوسروں کے تاثرات کو صریحی سطح پر لے آنے سے ان کے گزشتہ جنموں کے بارے میں بھی علم ہو جاتا ہے۔ وگیان بھکشو کے مطابق آئندہ جنموں کے بارے میں بھی اسی طرح تاثرات کو صریحی حالت میں لے آنے سے ان کا علم ہو جاتا ہے۔

جامع کلمہ (19): دوسرے کے قلب کی کیفیت کو صریحی حالت میں
لے آنے سے اس کے قلب کا علم ہو جاتا ہے۔

تشریح: جب یوگی کسی کے چہرے اور آنکھوں کی وضع قطع دیکھ کر اس کے قلب کی کیفیت میں ضبط کرتا ہے تب وہ اس کے قلب کو صریحی حالت میں لے آتا ہے اس سے یوگی کو علم ہو جاتا ہے کہ اس وقت دوسرے کا قلب رغبت، نفرت وغیرہ تاثرات کی آرزوؤں سے رنگا ہوا ہے یا عشق حقیقی سے مزین ہے، علیٰ ہذا القیاس۔

جامع کلمہ (20): لیکن وہ (دوسرے کا قلب) اپنے موضوع سمیت
صریحی حالت میں نہیں لایا جاتا کیونکہ وہ یعنی موضوع
سمیت قلب اس کا یعنی ضبط کا موضوع نہیں ہوتا۔

تشریح: پچھلے جامع کلمہ میں دوسرے کے قلب کی کیفیت میں ضبط کرنا بتلایا گیا ہے۔ اس سے اتنا ہی علم ہو سکتا ہے کہ قلب رغبت۔ نفرت سے وابستہ ہے یا ترک علائق سے مزین ہے۔ رغبت نفرت کے موضوعات کا علم نہیں ہوتا کہ کس موضوع میں رغبت یا کس موضوع سے نفرت ہے وغیرہ وغیرہ۔ کیونکہ یہ اس ضبط کا موضوع نہیں تھے۔ ضبط کے ذریعہ وہی صریحی حالت میں لایا جاتا ہے جو اس کا موضوع ہے۔ اور ضبط کا موضوع وہی ہوتا ہے جس کو کسی نہ کسی طرح پہلے معلوم کر لیا جاتا ہے۔ خارجی علامات یعنی آنکھوں اور چہرہ کی وضع قطع سے محض رغبت و نفرت وغیرہ ہی معلوم کئے جا سکتے ہیں نہ کہ رغبت و نفرت کے موضوعات۔ اس لئے وہ موضوع سمیت قلب کے ضبط کا مضمون نہیں بن سکتے۔ اگر رغبت۔ نفرت وغیرہ باطنی علامات کے ذریعہ ضبط کیا جاوے تو ان کے موضوع کا بھی یعنی موضوع سمیت قلب کا علم ہو سکتا ہے۔

جامع کلمہ (21): اپنے جسم کی نمود میں ضبط کرنے سے چکیر کی صلاحیت
مقبولیت رک جاتی ہے۔ اس سے دوسروں کی
آنکھوں کی روشنی سے یوگی کے جسم کا رابطہ نہ ہونے کے
باعث یوگی کا جسم غیر مرئی ہو جاتا ہے۔

تشریح: آنکھ صلاحیت قبولیت ہے اور صورت صلاحیت مقبولیت ہے دونوں قوتوں کے ربط ہی سے دیکھنے کا عمل ہوتا ہے۔ ان دونوں میں سے کسی ایک قوت

کے رک جانے سے دیکھنے کا عمل بند ہو جاتا ہے۔ یوگی ضبط کے ذریعے اپنے جسم کے پیکر کی صلاحیت مقبولیت کو روک دیتا ہے۔ اس وجہ سے آنکھ کی صلاحیت قبولیت ہوتے ہوئے بھی دیگر اشخاص اس کے جسم کو نہیں دیکھ سکتے۔ یہ اس یوگی کا غائب ہو جانا ہے اسی طرح سامعہ، لامسہ، ذائقہ اور شامہ میں ضبط کرنے سے اس کی صلاحیت مقبولیت رک جاتی ہے اور ان کے موجود رہتے ہوئے بھی وہ اپنے محسوسات کرنے والے حواس سے قبول نہیں کئے جاسکتے۔

جامع کلمہ: (22) افعال دو قسم کے ہیں (1) جن کی ابتدا ہو چکی ہے (2) جن کی ابتدا نہیں ہوئی۔ ان میں ضبط کرنے سے موت کی آگاہی ہو جاتی ہے۔ علامات وفات یا بدشگون مدرک سے بھی ایسا ہوتا ہے۔

تشریح: عرصہ حیات کا تعین کرنے والے گزشتہ جنموں کے افعال دو قسم کے ہوتے ہیں (1) جاری العمل یعنی جن کے ثمرہ کی شروعات ہو چکی ہیں اور وہ اپنا ثمرہ دینے میں لگے ہوئے ہیں (2) غیر جاری العمل یعنی جن کے نتیجہ ہو گئے کا ابھی آغاز نہیں ہوا ان دونوں اقسام کے افعال میں ضبط کر کے جب یوگی اس امر کو مدرک بالحواس کر لیتا ہے کہ کون کون سے افعال کتنے اجزا میں اپنے ثمرات دے چکے اور کون کون سے افعال کا کتنا ثمرہ۔ بھگتان ابھی باقی ہے، اور ان کی رفتار کے حساب سے کتنے عرصہ میں دونوں طرح کے کل افعال کے ثمرات کا اختتام ہو جائے گا۔ تب اسے اپنی وفات یعنی جسم کے اتلاف کے وقت کا کلی علم ہو جاتا ہے۔ علاوہ ازیں بدشگون مدرکات سے بھی موت کی آگاہی ہو جاتی ہے۔ لیکن یہ بدیہی علم نہیں ہے، قیاساً آگاہی ہے۔

جامع کلمہ: (23) دوستانہ رجحانات طبع وغیرہ میں ضبط کرنے سے دوستی وغیرہ سے متعلق تقویت ملتی ہے۔

تشریح: باب اول (دیکھو جامع کلمہ 33 باب اول) میں موافقت، رحمدلی اور انبساط ان تین طرح کے جذبات کا بیان کیا گیا ہے چہارم جو بے توجہی یا بے اعتنائی ہے وہ جذبہ نہیں بلکہ ترک جذبہ ہے۔ ان میں اول جو شادماں اور مطمئن اشخاص میں موافقت کا جذبہ ہے، اس میں ضبط کرنے سے یوگی کو دوستی کی صلاحیت کا حصول ہو جاتا

ہے یعنی وہ سب کا دوست بن کر ان کو راحت پہنچانے کے قابل ہو جاتا ہے۔ دوم جو رنجیدہ خاطر لوگوں میں رحمدلی یا دردمندی کا جذبہ ہے اس میں ضبط کرنے سے یوگی کو صلاحیت دردمندی کا حصول ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اس کی خصلت از حد رحمدلانہ ہو جاتی ہے اور اس میں ہر ذی جان کے دکھ کو دور کرنے کی اہلیت آجاتی ہے۔ سوم جو متقی اور پرہیزگاروں میں مسرت کا جذبہ ہے اس میں ضبط کرنے سے مسرت کی قوت کا حصول ہو جاتا ہے چنانچہ وہ رشک کے عیب سے سراسر مبرا ہو جاتا ہے اور ہمیشہ خوش و خرم رہتا ہے کوئی بھی حالت اس کے دل میں شمہ برابر بھی تشویش، رنج والم یا خوف کی کیفیت پیدا نہیں کر سکتی۔ چنانچہ اس میں دوسروں کو بھی اپنی ہی طرح خوش و خرم بنانے کی استعداد پیدا ہو جاتی ہے۔

جامع کلمہ (24)۔ طرح طرح کی قوتوں میں ضبط کرنے سے ہاتھی وغیرہ کی سی قوت کا حصول ہوتا ہے۔

تشریح: جب یوگی ہاتھی کی قوت میں ضبط کرتا ہے تو اسے ہاتھی کی مانند طاقت کا حصول ہوتا ہے۔ اگر شیر وغیرہ کی قوت میں ضبط کرتا ہے تو ان کی سی طاقت مل جاتی ہے۔ اگر باد کی قوت میں ضبط کرتا ہے تو باد کی سی طاقت حاصل کرتا ہے علیٰ ہذا القیاس جس کی قوت میں ضبط کرتا ہے ویسی ہی طاقت کا حصول اس کو ہو جاتا ہے۔

جامع کلمہ (25)۔ نورانی التفات طبع کی روشنی ڈالنے سے لطیف، محجوب و مستور اور دور دراز مقامات پر واقع موضوعات کا علم ہو جاتا ہے۔

تشریح: تین طرح کی اشیا کا ادراک عموماً حواس سے نہیں ہو سکتا۔ اول وہ شے جو نہایت لطیف ہوتی ہے مثلاً ایٹم، لطیف ترین جوہر ابتدائی، اساسی قدرت وغیرہ دوم محجوب و مستور اشیا یعنی جو کسی پردہ وغیرہ میں چھپی ہوں مثلاً سمندر میں موتی، معدن میں سونا، جواہرات وغیرہ۔ سوم دور دراز مقامات پر واقع موضوعات مثلاً کہ ہم ہندوستان میں ہیں اور اشیا امریکہ میں ہوں۔ ان میں سے کسی بھی شے کو معلوم کرنے کے لئے جب یوگی باب اول کے چھتیسویں (36) جامع کلمہ اور اس باب کے پانچویں (5) جامع کلمہ میں بیان کردہ نورانی التفات طبع کی روشنی کو اس پر ڈالتا ہے تب وہ اسی وقت اس پر

ظاہر ہو جاتی ہے۔

جامع کلمہ (26): خورشید میں ضبط کرنے سے تمام طبقات کا علم ہو جاتا ہے۔

تشریح: ہندو صحائف میں چودہ طبقات کا بیان ملتا ہے۔ ان میں سے ایک کرۂ ارض ہے۔ ان چودہ طبقات کا علم خورشید میں ضبط کرنے سے ہو جاتا ہے۔

بعض علما کی رائے ہے کہ یہاں خورشید سے مفہوم درخورشید (سورید دوار) ہے جو یوگ کی اصطلاح میں سُشومنا ناڑی ہے یہ ناڑی جھوگ میں بیان کردہ تین اعصاب میں سے ایک اہم عصب ہے۔ اس کا مقام ریڑھ کے نسیج جال میں ہے۔ دیگر دو اعصاب کا نام پنگلا ناڑی اور ایڑا ناڑی ہیں۔

جامع کلمہ (27): چاند میں ضبط کرنے سے ستاروں کے نظم کا علم ہو جاتا ہے

تشریح: چاند میں ضبط کرنے سے یوگی کو منطقۃ البروج کا علم نہایت آسانی سے ہو جاتا ہے، یہ کہ ستاروں کی حالت کیا ہے اور کونسا ستارہ کس مقام پر ہے۔

بعض شارحین نے چندرماں سے ایڑا ناڑی کا مفہوم لیا ہے۔ یہ ناڑی سُشومنا ناڑی کے بائیں طرف سے گئی ہے۔

جامع کلمہ (28): قطبی ستاروں میں ضبط کرنے سے ستاروں کی حرکت کا علم ہو جاتا ہے۔

تشریح: قطبی ستارہ حرکت نہیں کرتا اور تمام ستاروں کی حرکت کا اس سے رابطہ ہے اس لئے اس میں ضبط کرنے سے تمام ستاروں کی حرکت کا مکمل علم ہو جاتا ہے کہ کونسا ستارہ کتنے عرصہ میں کس برج پر اور کس کوکب پر جائے گا۔

جامع کلمہ (29): ناف میں واقع جو نسیج جال ہے اس میں ضبط کرنے سے جسم کے نظم کا علم ہو جاتا ہے۔

تشریح: متذکرہ بالا نسیج جال میں جسم کے رگ و ریشے گتھے ہوتے ہیں اس لئے ناف میں ضبط کرنے سے جسم کی تنظیم و ترتیب کس طرح ہوتی ہے اس میں کونسی خلط کس طرح کہاں پر واقع ہے، یوگی کو سب کا اور تمام رگوں اور ریشوں کا مکمل علم ہو جاتا ہے

جامع کلمہ (30): نرخرا میں ضبط کرنے سے بھوک اور پیاس سے نجات حاصل ہو جاتی ہے۔

تشریح: زبان کے زیریں ایک تسبیح جال ہے جس کو زبان کی جڑ بھی کہتے ہیں اس کے زیریں حلق ہے اور اس سے نیچے ایک گڑھا ہے اس جگہ میں ضبط کرنے سے بھوک پیاس کی ایذا مفقود ہو جاتی ہے۔ اس کی وجہ یہ بتلائی گئی ہے کہ ترفرا سے یا دھیاں ٹکراتی ہے اس سے بھوک پیاس کی ایذا ہوتی ہے اس میں ضبط کرنے کے موندہ نہیں ہوتی۔

جامع کلمہ (31): پھوڑے کی شکل والی رگ میں ضبط کرنے سے استواری کا حصول ہوتا ہے۔

تشریح: متذکرہ بالا گڑھے کے زیریں سینہ میں ایک پھوڑے کی شکل والی نس ہے۔ اس میں ضبط کرنے سے حالت استواری کا حصول ہو جاتا ہے یعنی قلب اور جسم دونوں ساکن ہو جاتے ہیں۔

جامع کلمہ (32): سر کے نور میں ضبط کرنے سے کامل ہستیوں کا دیدار ہوتا ہے۔

تشریح: سر کی کھوپڑی میں ایک حصہ ہے اس کو دروزہ بہشت مطلقؒ ابرہم رندھرا کہتے ہیں۔ وہاں جو نور ضوفشاں ہے اس میں ضبط کرنے والوں کو زمین و بہشت کے درمیان چہل قدمی کرنے والے کاملوں کا دیدار حاصل ہو جاتا ہے۔

جامع کلمہ (33): ورد ادراک بلا واسطہ صفات یعنی وجدانی بصیرت سے یوگی سب کچھ معلوم کر لیتا ہے۔

تشریح: وجدانی بصیرت وہ روشنی یا علم ہے جو خارجی اسباب کے واسطہ کے بغیر خود بخود باطن سے حاصل ہو یہی نجات دہندہ علم کا نام ہے (دیکھو جامع کلمہ 54 باب سوم) یہ معرفت کی اولین منزل ہے جس طرح خورشید کے طلوع ہونے کا پہلا نشان تابندگی ہے، اسی طرح کاملیت کے طلوع ہونے کا اولین نشان وجدانی بصیرت ہے جیسے خورشید کی نورفشانی کے نمو ہو جانے پر ہر شے نظر آنے لگتی ہے اسی طرح وجدانی علم کے ظہور پر یوگی بلا ضبط کئے سب کچھ معلوم کر لیتا ہے۔ ورنہ لفظ کے استعمال کرنے سے یہ مفہوم ہے کہ قبل میں جن اضباط کا بیان کیا گیا ہے ان سے جن جن موضوعات کا علم ہوتا ہے یہ سب وجدانی علم ہی سے ہو جاتا ہے۔

جامع کلمہ (34): سینہ میں ضبط کرنے سے قلب کی ہیئت کا علم ہو جاتا ہے

تشریح: سینہ کا کنول قلب کی قیام گاہ ہے۔ اس میں ضبط کرنے سے قلب اپنی کیفیات سمیت صریحی حالت میں آجاتا ہے۔

سینہ کا کنول جسم میں ایک خاص مقام ہے۔ اس میں ایک اوندھا کمل ہے جس کے اندر نفس قلب کا مقام ہے اس میں جس یوگی نے ضبط کیا ہے اس کو اپنے قلب کا اور دوسرے کے قلب کا علم ہو جاتا ہے۔ اپنے قلب میں دخل سے تمام خواہشات کو اور دوسرے کے قلب میں دخل سے رجحانات وغیرہ کو معلوم کر لیتا ہے۔ یہ مفہوم ہے۔ یوگ کی اصطلاح میں اس مقام کا نام 'بلدۂ بست مطلق' (برہم پور) ہے۔

جامع کلمہ: (35) عقل اور ذات جو باہم از حد مختلف ہیں ان دونوں میں محسوسات کی جو یگانگت ہے وہی احساس لذات نفسانی و طبعی ہے۔ اس میں جو کار دیگر کی آگاہی سے مختلف کار خود کی آگاہی ہے اس میں ضبط کرنے سے علم ذات کا حصول ہو جاتا ہے یعنی ذات۔ موضوع عقل نمودار ہوتی ہے۔

تشریح: عقل اور ذات دونوں سراسر جداگانہ ہیں ان میں کوئی موافقت نہیں کیونکہ عقل تغیر پذیر، جامد، لذت دینے والی اور متلون ہے جبکہ ذات غیر متغیر، محرک، متلذذ اور لاتعلق ہے۔ تاہم جہل کے سبب ان دونوں کی یگانگت سی ہو رہی ہے اسی کا نام گرہ قلب ہے (دیکھو جامع کلمہ 6 باب دوم) اسی یکسانیت کی وجہ سے دونوں کا الگ الگ علم نہیں ہوتا، تاہم مخلوط سا علم ہوتا ہے۔ اس حالت میں جامد عقل میں (جو ذات کے شعور سے متحرک سی ہو رہی ہے) جو رنج و راحت اور وابستگی صورت طرح طرح کی کیفیات نمو پاتی ہیں، وہ کیفیت مماثل (یعنی مخلوط) ہے، کیونکہ اس سے قوت متخیلہ کے افعال متعلقہ رنج و راحت اور وابستگی وغیرہ قوت متخیلہ میں معکوس غیر مادی ذات سے باطلاً منسوب ہوتے ہیں۔ یہ محسوسات کی یگانگت ہی احساس لذات نفسانی و طبعی ہے۔ یہ یگانگت صورت کیفیت اگرچہ قلب کا فعل متعلقہ ہے لیکن ذات کے لئے ہے اسی وجہ سے کار دیگر ہے اور اسی صورت حال میں جو اس احساس نفسانی و طبعی صورت کیفیت سے مختلف ناظر ذات کی حیثیت سے متعلق کیفیت ہوتی ہے وہ

ذات صفت کیفیت کارخود ہے کیونکہ اس کا موضوع بھی ذات ہے اور وہ ہے بھی اسی کے
لئے۔ لہٰذا وہ کار دیگر نہیں ہے۔ اگرچہ علم عقل کا فعل متعلقہ ہے اسی وجہ سے اس عقل کے
فعل متعلقہ صورت علم سے ذات نہیں پائی جاتی ہے لیکن عقل میں جو ذات کا شعور صورت
معکوس ہے، اس کو آئینہ میں اپنا چہرہ دیکھنے کی شکل ذات دیکھتی ہے۔ اس طرح مراقبہ
بالاضبط سے یوگی کو ذات کے علم کا حصول ہوتا ہے۔

نوٹ: یہ تشریح محض لفظی ہے۔ الفاظ کسی صورت میں بھی اس مضمون کو مکمل
طور پر ادا کرنے سے قاصر ہیں کیونکہ یہ اشراق کا موضوع ہے اور اس میں بحث کارگر نہیں ہے
یہی باب اول کے اکتالیسویں (41) جامع کلمہ میں بیان کردہ قبول کنندہ کے موضوع کا
مراقبہ ہے۔ اس مراقبہ کا مدعا مقصود ذات اگرہ قلب سے وابستہ ہونے کی وجہ سے باب
اول کے سترھویں (17) جامع کلمہ میں اس کو بھی 'انانیت تابع' مراقبہ کا نام دیا گیا ہے
ایسا قیاس کیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس تسلیم سے متذکرہ بالا مبحث درست معلوم پڑتا ہے
اور قبول کنندہ سے متعلق مراقبہ کا 'لا فکر' میں شمول مان لینا بھی موزوں بیٹھتا ہے۔

جامع کلمہ: (36) اس کار خود کی آگاہی میں ضبط کرنے سے بصیرت،
سامعہ، لامسہ، باصرہ، ذائقہ اور شامہ یہ شش
اقسام کمالات نمو ہو آتے ہیں۔

تشریح: یہ شش کمالات موضوع قبول کنندہ مراقبہ کے شغل میں لگے ہوئے
سالک کو علم ذات سے قبل حاصل ہوتے ہیں۔ ان کی علامات مندرجہ ذیل ہیں۔

(1) بصیرت۔ اس کا بیان جامع کلمہ 33 باب سوم میں آیا ہے۔ اس
سے ماضی، مستقبل اور حال چنانچہ لطیف محجوب اور دور موجود اشیاء و موضوعات عیاں
ہو جاتے ہیں۔

(2) سامعہ۔ اس سے فوق الفطرت کلام سنا جاتا ہے۔
(3) لامسہ۔ اس سے فوق الفطرت لمس کا احساس ہوتا ہے۔
(4) باصرہ۔ اس سے فوق الفطرت صورت کا دیدار ہوتا ہے۔
(5) ذائقہ۔ اس سے فوق الفطرت ذائقہ کا احساس ہوتا ہے۔
(6) شامہ۔ اس سے فوق الفطرت خوشبو کا احساس ہوتا ہے

جامع کلمہ: (37) یہ شش اقسام کے کمالات، مراقبہ کی تکمیل یعنی علم ذات کے حصول میں مزاحمت ہیں اور حالات لاجہت میں کمالات ہیں۔

تشریح: متذکرہ بالا شش اقسام کے کمالات سالک کے لئے قابل ترک ہیں کیونکہ یہ اس کے شغل میں مزاحمت صورت ہیں۔ ہاں جو متلون مزاج ہے، سالک نہیں ہے، جس کو مراقبہ یا نجات روح کی احتیاج نہیں، ایسے شخص کو کسی سبب سے یہ حاصل ہو جائیں تو اس کے لئے لازماً یہ کمالات ہیں۔

جامع کلمہ: (38) وابستگی کے سبب کی تقلیل کرنے سے اور سیر و گشت کی راہ سے مانوس ہونے سے قوت متخیلہ (جسم لطیف) کا دوسرے جسم میں نفوذ ہوتا ہے۔

تشریح: قلب کی جسم سے وابستگی رہنے کی وجہ صلہ کی توقع رکھتے ہوتے کئے گئے افعال اور ان کی ترغیبیں ہیں۔ شاغل (یوگی) جب حبس، فکر اور مراقبہ کی مزاولت سے صلہ کی توقع سے کئے گئے افعال کو ترک کر کے صلہ کی توقع کئے بغیر افعال کا سہارا لیتا ہے، تب ان وابستگیوں کی گرفت ڈھیلی کر دیتا ہے۔ اور اعصاب میں ضبط کر کے ان میں قوت متخیلہ (جسم لطیف) کی آمد و رفت کے راہ کی نشاندہی کر لیتا ہے۔ اس طرح جب وابستگی کے اسباب کی تقلیل ہو جاتی ہے اور اعصاب میں جسم لطیف کی سیر و گشت کے راستہ کا مکمل طور پر علم ہو جاتا ہے۔ تب شاغل (یوگی) میں یہ استعداد ہو جاتی ہے کہ وہ جسم لطیف کو اپنے جسم سے نکال کر کسی دوسرے جسم (زندہ یا مردہ) میں ڈال دے۔ قوت متخیلہ کے مطابق حواس بھی علی ہذا القیاس نفوذ کر جاتے ہیں۔

جامع کلمہ: (39) اودان باد حیاتی کی تسخیر کر لینے سے پانی، کیچڑ اور خار وغیرہ سے اس کے جسم کا ربط نہیں ہوتا اور نجات کا حصول ہوتا ہے۔

تشریح: جسم کے زندہ رہنے کی پشت پناہ، باد حیاتی یا سانس ہے۔ عمل کے اختلاف سے اس کے پانچ اسما کا بیان ملتا ہے (1) پران (2) اپان (3) سمان (4) ویان اور اودان۔ ان کی خصوصیت مندرجہ ذیل ہیں۔

(1) پران۔ یہ منھ اور نتھنوں کے ذریعہ حرکت کرنے والا ہے۔
ناک کے آگے کے حصہ سے لے کر دل تک چلتا ہے۔ جسم میں یہی اس کا مقام ہے۔

(2) اَپان۔ یہ نیچے کو حرکت کرنے والا ہے، بول، براز اور حمل وغیرہ
کو زیریں لے جانے کا سبب ہے۔ ناف سے لے کر پاؤں کے تلے تک چلتا ہے۔

(3) سمان۔ طعام و نوش کے عرق کو تمام جسم میں اپنے اپنے مقام
پر یکساں طور پر پہنچانے کا ذریعہ ہے۔ دل سے لے کر ناف تک چلتا ہے۔

(4) ویان۔ سارے جسم میں سرایت کر کے حرکت کرتا ہے۔

(5) اودان۔ اوپر کی حرکت کا سبب ہے۔ اس کا دور دورہ گلے
سے لے کر ام الدماغ تک ہے۔ اس کا مقام گلا ہے۔ بوقت مرگ اسی کی وساطت سے جسم
لطیف کی روانگی ہوتی ہے۔

جب شاغل (یوگی) متذکرہ بالا اودان بادحیاتی کو تسخیر کر لیتا ہے، تب اس کا جسم
دھنی ہوئی روئی کی مانند از حد ہلکا ہو جاتا ہے۔ لہذا پانی اور کیچڑ پر چلتے ہوئے بھی اس کے
پاؤں اندر نہیں جاتے۔ کانٹے وغیرہ بھی اس کے جسم میں داخل نہیں ہو سکتے۔ علاوہ ازیں
بوقت مرگ اس کے نفس (پران) در زجہت مطلق (برہم رندھر یعنی سر کے سوراخ سے
نکلتے ہیں۔ اس وجہ سے ایسا یوگی منور راہ سے جاتا ہے اور نجات حاصل کرتا ہے۔

جامع کلمہ: (40)۔ سمان وایو (بادحیاتی) کو تسخیر کر لینے سے یوگی کے
جسم میں چمک دمک آجاتی ہے۔

تشریح: جب یوگی ضبط کر کے متذکرہ بالا سمان بادحیاتی کو تسخیر کر لیتا ہے
تب اس کا جسم مانند آتش تاباں ہو جاتا ہے۔ چونکہ حرارت غریزی اور سمان بادحیاتی
کا گہرا تعلق ہے اس لئے سمان بادحیاتی کو تسخیر کر لینے پر شاغل (یوگی) اپنے جسم میں رہنے
والی حرارت غریزی کے پردہ کو دور کر کے مانند آتش تابندہ ہو جاتا ہے۔

جامع کلمہ: (41) گوش اور خلا کے رشتہ میں ضبط کرنے سے گوش
فوق الفطرت ہو جاتا ہے۔

تشریح: صوت کو قبول کرنے والے حاسہ عضو سماعت کی تخلیق پندار ہستی سے
ہوئی ہے اور خلا کی تخلیق پندار ہستی سے آفریدہ جوہر صوت سے ہوئی ہے لہذا خلا صوت

اور حاسہ عضو سماعت۔ ان تینوں میں حالت یکتائی ہے۔ جب شاغل ریوگی ضبط کی وساطت سے عضو سماعت اور خلا کے رشتہ کو صحیح کر لیتا ہے تب اس کے حاسہ عضو سماعت میں فوق الفطرت قوت آجاتی ہے۔ تب وہ لطیف سے بھی لطیف صدا کو سن سکتا ہے، چنانچہ کسی شے سے محجوب صدا کو بھی سن سکتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے خلا محیط اور معمور کل ہے اس لئے اس کے اندر کہیں بھی پیدا ہونے والی صدا فوراً ہر جگہ نفوذ کر جاتی ہے۔ اس لیے جس کا حاسہ عضو سماعت سماوی ہو جاتا ہے وہ جس صدا کو جہاں پر وہ ہو وہیں سن سکتا ہے

جامع کلمہ (42): جسم اور خلا میں ضبط کر کے اس کی تکمیل کسی ہلکی شے مثلاً روئی وغیرہ میں کرنے سے خلا میں چلنے پر قدرت حاصل ہو جاتی ہے۔

تشریح: جسم اور خلا کا جو رشتہ ہے اسے ضبط کی وساطت سے مکمل طور پر نمایاں کر سکے یوگی پر یہ راز بخوبی آشکار ہو جاتا ہے کہ جسم کے عضلات کس طرح تغیر طبعی کے تحت لطیف سے کثیف حالت میں تبدیل ہو جاتے ہیں اور پھر کثیف سے لطیف حالت میں حالت میں چلے جاتے ہیں۔ لہٰذا وہ اپنے جسم کی ثقل نوعی میں از حد تقلیل کر کے حسب خواہش جہاں چاہے وہاں جا سکتا ہے اور اسی طرح یوگی جب کسی بھی ہلکی شے شلاً دھنی ہوئی روئی یا ابر وغیرہ میں ضبط کرتا ہے تو بعینہٖ ویسا ہی ہو جاتا ہے تب اس میں خلا میں چلنے کی استعداد آجاتی ہے۔

جامع کلمہ (43): جسم سے بیرون فطری حالات کو 'لا مادیت کبیر' کہا جاتا ہے۔ اس سے عقل کی قوت آگاہی کے حجاب کا اتلاف ہو جاتا ہے۔

تشریح: قلب کو جسم سے بیروں قائم کرنا 'کیفیت لاجسمی' چنانچہ قلب کا قیام 'لا مادیت' کہلاتا ہے۔ جب تک قلب کا رشتہ جسم کے ساتھ رہے لیکن اس کو محض کیفیت ہی سے بیروں میں قائم کیا جائے تب تک وہ حالت 'قیاس کردہ' کہلاتی ہے۔ عمل میں پختگی آجانے پر قلب بلا قیاس یقینی طور پر جسم سے باہر قائم ہو جاتا ہے وہ کیفیت لاجسمی فطری ہے اسی کو 'لا مادیت کبیر' کہتے ہیں۔ یہ یوگی کو غیر کے جسم میں نفوذ کرنے اور دور دراز مقامات میں جسم لطیف سے گھومنے پھرنے میں معاون ہوتی ہے۔ ان دونوں میں قیاس کردہ۔ لاجسمی قیام

وسیلہ ہے اور فطری۔ لاجسمی قیام مقصد ہے۔ اولاً قیاس کردہ لاجسمی کا شغل کیا جاتا ہے۔ اس کے بعد فطری لاجسمی کی تکمیل کی جاتی ہے۔ اس کی مزاولت سے قوت متخیلہ کی روشنی کو روکنے والی جہل وغیرہ زحمات، کردہ اعمال کا نیک وبد ثمرہ وغیرہ غلاظتیں جو صفت شیطانی (روح) ارادہ میں ان کا اتلاف ہو جاتا ہے اور قلب میں کوئی حجاب نہ رہنے سے حسب خواہش کہیں بھی جانے کی صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے۔

جامع کلمہ (44)۔ عناصر کی کثیف، ماہیت، لطیف، رشتہ باہمی اور غایت ان پانچوں حالتوں میں ضبط کرنے سے یوگی عناصر خمسہ پر فتح پالیتا ہے۔

تشریح: خاک، آب، آتش، باد اور خلا یہ عناصر خمسہ ہیں اور ان میں سے ہر ایک کی پانچ حالتیں ہوتی ہیں۔

(1) حالت کثیف۔ جس صورت میں ہم ان کو اپنے حواس کے ذریعہ محسوس کر رہے ہیں یا جو حواس کے ذریعہ قابل ادراک ہیں وہ حواس کے ذریعہ عیاں طور پر محسوس کئے جانے والے سامعہ، لامسہ، باصرہ، ذائقہ اور شامہ نام والے پانچوں موضوعات کی حالت کثیف ہے۔

(2) حالت ماہیت۔ ان کی جو امتیازی خصوصیات ہیں وہ ان کی حالت ماہیت ہے۔ مثلاً خاک کی شکل، آب کی نمی، آتش کی حرارت اور روشنی، باد کا چلنا اور ارتعاش اور خلا کا خالی پن، یہ ان کی حالت ماہیت ہے، کیونکہ انہیں سے ان کے جدا گانہ وجود کا مشاہدہ ہوتا ہے۔

(3) حالت لطیف۔ ان کی جو حالت علتی ہے، جن کو عنصری خاصیت اور عناصر بسیط بھی کہتے ہیں وہ ان کی حالت لطیف ہے مثلاً خاک کی شامہ، آب کی ذائقہ، آتش کی باصرہ، باد کی لامسہ اور خلا کی سامعہ عنصری خاصیتیں ہیں۔

(4) رشتہ باہمی حالت۔ عناصر خمسہ میں جو تینوں صفات (ست، رج، تم) کے خاصہ پائے طبعی یعنی نور، حرکت اور توقف نفوذ پذیر ہیں وہ ان کی رشتہ باہمی حالت ہے۔

(5) حالت غایت۔ یہ عناصر خمسہ ذات کے لذات دنیوی سے لطف اندوز ہونے اور بعد ازاں نجات دہندگی کے لئے ہیں۔ یہی ان کی حالت غایت ہے۔

ان عناصر خمسہ کی ہر ایک حالت کی سلسلہ وار تمام حالتوں میں بخوبی طور پر ضبط کرے گا جب ان کو آشکار کر لیتا ہے تب ان کا ان عناصر پر مکمل اختیار ہو جاتا ہے۔

جامع کلمہ: (45)۔ عناصر پر قابو پا لینے سے از حد خفیف اور غیر مرئی ہو جاتا ہے اور ہشت کمالات ظہور میں آ جاتے ہیں اور وصاحت جسمانی کا حصول اور عناصر خمسہ کے خاصہ طبیعی کی رکاوٹ نہیں ہوتی۔

تشریح: متذکرہ بالا ہشت کمالات کی اصطلاحات اور خصوصیات مندرجہ ذیل ہیں

(ا) (1)۔ تخفیف۔ جسم کو از حد مخفف یا مخفی کر لینا۔

(2)۔ لاثقلیت۔ جسم کو ہلکا کر لینا۔ (دیکھو جامع کلمات 39 اور 42 باب سوم)

(3)۔ کلانیت۔ جسم کو بڑا کر لینا۔

(4)۔ ثقلیت۔ جسم کو بھاری کر لینا۔

(5)۔ حصولیت۔ جس بھی شے کی خواہش ہو اسے حاصل کر لینا۔

(6)۔ فقدان خلل۔ کسی بھی مادی شے سے وابستہ خواہش کی تکمیل بلا رکاوٹ ہو جانا۔

(7)۔ تسخیر۔ عناصر کی صورت لطیف میں ضبط کرنے سے عناصر خمسہ اور مادی اشیاء پر قابو پا لینا۔

(8)۔ فرماں روائی عناصر۔ مادی اشیا کی تخلیق و اتلافات کی صلاحیت؛ یہ کمال رشتہ باہمی حالت میں ضبط کرنے سے حاصل ہوتا ہے (دیکھو جامع کلمہ 44۔ باب سوم)

(ب) وصاحت جسمانی کا بیان اگلے جامع کلمہ میں آئے گا۔

(ج)۔ عناصر کے خاصہ طبیعی سے خلل نہ پڑنا۔ اس کا یہ مفہوم ہے کہ عناصر کے افعال متعلقہ اس یوگی کے کام میں رکاوٹ نہیں ڈال سکتے۔ وہ زمین کے اندر بھی اسی طرح داخل ہو سکتا ہے جیسے عام آدمی پانی میں داخل ہو سکتا ہے۔ زمین کا خاصہ طبیعی یعنی ٹھوس ہونا سد راہ نہیں ہوتا۔ اس یوگی پر اگر پتھر برسائے جائیں تو اس کے جسم کو ایذا نہیں پہنچائی جا سکتی۔ اسی طرح پانی کی نمی اس کے جسم کو نہیں گلا تی۔ آتش جلا نہیں سکتی۔ غرضیکہ سردی، گرمی، بارش وغیرہ کوئی بھی عنصری خاصہ طبیعی اس کے جسم پر کسی قسم کے تاثرات نہیں ڈال سکتا۔

یہ تمام کمالات اسی باب کے چوالیسویں (44) جامع کلمہ میں بیان کردہ عناصر کی جملہ حالتوں کو تسخیر کرنے پر حاصل ہوتے ہیں۔

جامع کلمہ (46): جمال، دم خم، دلربائی، پتھر کی سی سختی جسم کی ایسی ترتیب اس کی دولت ہے۔

تشریح: نہایت خوبصورت شکل و شباہت، عضویات میں آب و تاب، قوت کی فراوانی اور جسم کے اعضا میں ٹھوس پن اور تناسب یہ چہار جسم کی دولت ہیں۔

جامع کلمہ (47): قبولیت، ہیئت، انانیت، رشتہ باہمی اور غرض و غایت ان پانچوں حالتوں میں ضبط کرنے سے بعد قلب تمام حواس پر فتح حاصل ہو جاتی ہے۔

تشریح: قلب سمیت حواس کی پانچ حالتیں ہیں۔ ان میں سلسلہ وار ضبط کرنے سے یوگی کا حواس پر مکمل اختیار ہو جاتا ہے۔ ان حالتوں کی تقسیم اس طرح ہے۔

(1) قبولیت۔ موضوعات کو قبول کرتے وقت جو کیفیت کی شکل میں قلب سمیت حواس کی حالت ہے یہ ان کی حالت قبولیت ہے۔

(2) ہیئت۔ قلب اور حواس کی فطری ہیئت جو کہ اپنے اپنے مقام پر موجود رہتی ہے اور محض علامت سے ان کی آگاہی ہوتی ہے یہ ان کی ہیئت کی حالت ہے

(3) انانیت۔ یہ قلب سمیت حواس کی لطیف صورت ہے اسی سے قلب سمیت دس حواس پیدا ہوتے ہیں یہ ان کی لطیف حالت ہے۔

(4) رشتہ باہمی۔ قلب سمیت تمام حواس میں جو تینوں صفات (ست، رج، تم) کے خاصہ طبیعی یعنی نور، حرکت اور توقف نفوذ پذیر ہیں یہ ان کی رشتہ باہمی حالت ہے۔

(5) غرض و غایت۔ یہ قلب سمیت حواس کا ذات کے لذات دنیوی سے لطف اندوز ہونے اور نجات حاصل کرنے کے لئے ہے یہی ان کی غرض و غایت کی حالت ہے۔

اس طرح یوگی جب قلب اور حواس کی پانچوں حالتوں میں سلسلہ وار ضبط کر کے ان کو آشکار کر لیتا ہے، تب اس کو ان پر قدرت حاصل ہو جاتی ہے۔

قلب اور حواس یہ تمام پندارِ خودی سے پیدا ہوتے ہیں چنانچہ قلب اور حواس کے اتحاد سے شخص موضوعات کو قبول کرتا ہے یا محض قلب کی وساطت سے کرتا ہے اس لئے یہاں تسخیرِ حواس سے مع قلب تمام حواس پر قابو پا لینا سمجھنا چاہئے۔ چنانچہ قلب میں کئے جانے والے اور انانیت یا جنودیت میں کئے جانے والے مراقبہ کو بھی قبولیت میں کئے جانے والے مراقبہ کے تحت سمجھنا چاہئے۔

جامع کلمہ (48)۔ تسخیرِ حواس سے سرعت روی قلب، رجحان طبع لاجسمیت اور تسخیرِ علت مادی ان تینوں کمالات کا حصول ہوتا ہے۔

تشریح: (1)۔ سرعت روی قلب۔ جسم کثیف اور حواس سمیت قلب کی شکل ایک ثانیہ میں کہیں سے کہیں دور مقام پر جانے کی قوت کو سرعت روی قلب یعنی قلب کی شکل جانے کی قوت کہتے ہیں۔ یہ حالت قبولیت میں ضبط کرنے کا ثمرہ ہے۔

(2)۔ رجحان لاجسمیت۔ جسم کثیف کے بغیر ہی دور مقام پر موجود اشیا کو آشکار کر لینے کی قوت کو رجحان لاجسمیت کہتے ہیں۔ جب یوگی کے قیام لامادیت کیبر (دیکھو جامع کلمہ 43 باب سوم) کی تکمیل ہو جاتی ہے۔ اس وقت بھی قلب اور حواس میں یہی قوت کام کرتی ہے۔ اسی سے یوگی دور مقام پر موجود دوسرے جسم کو آشکار کر کے اس میں داخل ہوتا ہے۔ (دیکھو جامع کلمہ 38 باب سوم) یہ حالت جنیت میں ضبط کرنے کا ثمرہ ہے۔

(3)۔ تسخیرِ علت مادی۔ علت و معلول صورت میں موجود کائنات کے کل اسرار پر مکمل اختیار ہو جانا تسخیرِ علت مادی ہے۔ یہ انانیت، رشتہ باہمی اور رفاہیت حالتوں (دیکھو جامع کلمہ 47 باب سوم) میں ضبط کرنے کا ثمرہ ہے۔ یہ ضبط ہی علت مادی یا جوہر مادی میں جذب کہلاتا ہے۔

مذکورہ بالا تینوں کمالات کا حصول قبولیت متعلقہ مراقبہ کی تکمیل ہو جانے پر خود بخود ہو جاتا ہے۔

جامع کلمہ (49)۔ عقل اور ذات، جس میں محض ان دونوں کے اختلافات ہی کی آگاہی رہتی ہے، ایسے پختہ مراقبہ کا حصول کئے ہوئے یوگی کا سب رجحانات میں رجحان مالک اور

رجحان ہمہ داں ہو جاتا ہے۔

تشریح: قبولیت متعلقہ مراقبہ سے جب عقل کے صفت شیطانی (ربح) اور تیرگی عقل (رحم) سے وابستہ تاثرات کا ازالہ ہو کر اس میں پاک صفت ملکوتی (ست) ہی کے تاثرات رہ جاتے ہیں اس وقت محض یکتا ذات اور علت مادی کے اختلافات کا احساس کرنے والی کیفیت رہتی ہے۔ اسی کو علم تمیز بھی کہتے ہیں (دیکھو جامع کلمہ 54 باب سوم اور جامع کلمہ 25 باب چہارم) اس لئے اولاً کار خود میں ضبط کرنے سے ہونے والا علم ذات کا علم کہا گیا ہے (دیکھو جامع کلمہ 33 باب سوم)۔ قبولیت متعلقہ مراقبہ سے جب اس مقام کا حصول ہو جاتا ہے، اس وقت یوگی کو کل رجحانات میں مالک ہونے کی میلان طبع کا حصول ہو جاتا ہے یعنی تمام تر صفات جو کہ عمل کا آغاز کرنے میں کارفرما ہیں اور جو لاآغازی حالت میں ہیں وہ تمام غلام کی مانند حکم بجا لانے کے لئے ہر لحاظ سے حاضر ہو جاتی ہیں۔ چنانچہ اسے ماضی، حال اور مستقبل حالتوں میں موجود تمام صفات کا ہمہ وقت تجربی علم ہو جاتا ہے اسی سے وہ یوگی ہمہ داں کہلاتا ہے۔ اور اس کے بعد کی حالت ابر خاصہ طبیعی مراقبہ ہے (دیکھو جامع کلمہ 29 باب چہارم) اس کا مفہوم یہ معلوم پڑتا ہے کہ جس طرح ابر آسمانی فضا پر محیط ہو جاتا ہے اسی طرح اس مراقبہ میں یوگی خاصہ طبیعی یا علت مادی پر متسلط ہو جاتا ہے۔

جامع کلمہ (50)۔ مذکورہ بالا کمال میں بھی لاتعلق ہونے سے عیب کے
تخم کا اتلاف ہو جانے پر وجود محض ہو جانے یعنی پاک
ذات میں قیام (جہاں عدم و وجود دونوں مساوی ہو جاتے
ہیں) کا حصول ہوتا ہے۔

تشریح: قبولیت متعلقہ مراقبہ میں جب یہ آگاہی ہو جاتی ہے کہ عقل اور ذات دونوں واقعی مختلف ہیں، ان کا اتصال جہل کا عمل ہے یعنی جب یہ امر علم تمیز سے عیاں ہو جاتا ہے، اس وقت یوگی کے روبرو مذکورہ بالا کمالات کا ظہور ہوتا ہے ان ہی میں شدہ کر جب یوگی ذات کو بحیثیت مجموعی لاتعلق، غیر متغیر، قدیم، بے کیف اور غیر مادی چنانچہ جملہ صفات اور ان کے عمل کو بہر ثانیہ متغیر، مادی اور اذیت دہ معلوم کر کے صفات سے اور ان کے عمل سے قطعی طور پر کنارہ کشی کر لیتا ہے (دیکھو جامع کلمہ 16 باب اول) اس ترک کبیر سے جب نفس کی تخم صورت آخری کیفیت بھی سراسر مسدود ہو جاتی ہے تب

اس کو مراقبہ لاتھم کا حصول ہو جاتا ہے۔ اس حالت میں قلب (قوت متخیلہ) مع اپنی کیفیات اور ان کے تاثرات اپنی علت میں جذب ہو جاتا ہے اور ذات کا اپنی ہیئت میں قیام ہو جاتا ہے (دیکھو جامع کلمہ 34 باب چہارم) یہ ذات کا صفات سے از حد انفصال ہوتا ہے۔ اسی کو وجود محض ہونا یعنی حصول نجات کہا گیا ہے۔

جامع کلمہ 9: (51)۔ محافظوں (منازل کے اولیا) کے مدعو کرنے پر نہ تو
ان کی صحبت اختیار کرے اور نہ ہی فخر کرے، کیونکہ
ایسا کرنے سے بعد میں گزند کا خدشہ ہے۔

تشریح: جب یوگی کی ایک معقول حالت ہو جاتی ہے، اس وقت اسے محافظ مختار ملائکہ اور اولیا کا حضری دیدار ہوتا ہے۔ اس وقت ملائک اسے اپنے طبقات میں آرام و آسائش کی راحت دکھا کر اور طرح طرح سے ان آسائشوں کی تعریف و توصیف کر کے شاغل کو اپنے پاس بلایا کرتے ہیں اس وقت شاغل خوب محتاط رہے، ان کی دلکشی کی گرفت سے اجتناب کرے۔ اپنے دل میں بار بار یہ احساس لائے کہ کسی خوش قسمتی سے پیر و مرشد کی عنایت سے اور خدا کی رحمت سے مجھے اس مقام کا حصول ہوا ہے، اس کے سامنے یہ طرح طرح کے عارضی آرام و آسائش از حد حقیر ہیں۔ ان کی دلکشی میں گرفتار ہو کر میں اپنے آپ کو ہرگز پھر دنیوی میں نہیں ڈبو سکتا ہوں۔ میں تو ان سب کی حقیقت کو بخوبی عیاں کر چکا ہوں کہ ان میں ثبات کی بو تک نہیں ہے۔ اس طرح کے تصور سے ان سے لاتعلقی اختیار کرے اور ہرگز ان میں رجحان طبع نہ ہونے دے۔ علاوہ ازیں اس امر پہ فخر کا احساس بھی نہیں ہونا چاہئے کہ میں کس اعلیٰ مقام پہ پہنچ گیا ہوں جہاں بڑے بڑے فرشتے بھی میرا استقبال کرتے ہیں اور مجھے اپنے طبقات میں مدعو کرتے ہیں۔ کیونکہ ربط اور غرور سے بعد کو پھر غم دنیوی کی گرفت میں آ جانے کا خدشہ پیدا ہو جاتا ہے۔ اس لئے شاغل کو ہمہ وقت ہمہ اقسام اخلال سے بخوبی محتاط رہنا چاہئے۔

جامع کلمہ 9: (52)۔ لمحہ اور اس کے عمل میں ضبط کرنے سے علم تمیز نمو
ہوتا ہے۔

تشریح: یہاں لمحہ سے مراد وقت کا وہ چھوٹے سے چھوٹا حصہ ہے جس سے کم سے کم خفیف حصہ ہو ہی نہیں سکتا۔ اس کا جو نظام ہے یعنی ایک لمحہ کے بعد دوسرے لمحہ

کے نمو ہونے کا جو متواتر سلسلہ ہے وہ اس کا عمل ہے۔ دو لمحات ایک ساتھ نہیں رہ سکتے اور دونوں کے درمیان اور کچھ حائل بھی نہیں۔ ایک کے بعد دوسرے لمحہ کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ لہٰذا لمحہ اور اس کے عمل میں ضبط کر لینے سے علم تمیز یعنی علم معرفت نمو ہوتا ہے۔

جامع کلمہ (53): ایک دوسرے سے صنف، امتیازی نشان اور موقع سے اختلاف کی تحقیق نہ ہونے پر دو مشابہ و مماثل اشیا کا تجزیہ، تمیز یعنی معرفت سے پیدا شدہ آگاہی سے ہوتا ہے۔

تشریح: اشیا کی تفریق کر کے ان کا اختلاف ذہن نشین کرنے کی تین وجوہ ہیں۔ (۱) شے کی نوع (2) شے کا امتیازی نشان، رنگ و شکل وغیرہ اور (۳) اس کا موقع یعنی مقام موجودگی۔ ان تینوں کے اختلاف سے اشیا کی عدم مشابہت کی تفریق ہوتی ہے۔ لیکن جن دو مشابہ اشیا میں ان تینوں سے اختلاف کی دریافت نہ ہو سکے ان کا اختلاف علم تمیز یا آگاہی معرفت سے آشکار ہوتا ہے۔

جامع کلمہ (54): جو بحر دنیوی سے پار اتارنے والا ہے، کل کو جاننے والا ہے، ہر طرح سے جاننے والا ہے، اور بلا تسلسل کے جاننے والا ہے، وہ علم تمیز یعنی معرفت ہے۔

تشریح: یہ علم ترک کبیر پیدا کر کے یوگی یعنی شاغل کو وجود محض ہونے یعنی وصل ہیئت مطلق کے مقام کی تکمیل کرانے کا سبب۔ اس لئے اس کو بحر دنیوی سے پار اتارنے والا کہا گیا ہے۔ اس کی وساطت سے یوگی کل اشیا کو ایک ہی وقت میں ہر پہلو سے جان سکتا ہے چونکہ وہ علت و معلول کے مقام سے اوپر اٹھ چکا ہوتا ہے، اس لئے وہ کل اشیا کو ہر پہلو سے بلا تسلسل کے ایک ہی وقت میں جان سکتا ہے۔ یہ آگاہی کی آخری منزل ہے۔ اس سے بالا کوئی مقام نہیں۔ یہ علم دیگر علوم کی مانند تغیر پذیر بھی نہیں۔ اس علم کو باب اول کے سولھویں (16) جامع کلمہ میں علم ذات کے نام سے ترک کبیر کا سبب کہا گیا ہے۔

جامع کلمہ (55): عقل اور ذات کی مساوی پاکیزگی ہونے پر وجود محض ہونے کا یعنی مقام نجات کا حصول ہوتا ہے۔

تشریح: ادھر عقل از حد غیر مبہم ہو کر اپنی علت میں جذب ہونے لگتی ہے اُدھر ذات جس کا عقل کے ساتھ کار جبلی تعلق ہے، اس کا اور اس سے پیدا شدہ پراگندگی،

انتشار و حجاب کا فقدان ہو جانے سے ذات بھی پاکیزہ ہو جاتی ہے۔ اس طرح
دونوں کا مساوی کیفیت سے تزکیہ ہو جاتا ہے۔ تب وجود محض یعنی وصال ہست
مطلق ہوتا ہے وہ خواہ کسی بھی طرح کیوں نہ ہو جائے۔

باب چہارم:

نجات

جامع کلمہ: (۱) آمد (جنم) جڑی بوٹی، آیت (منتر) ریاضت (تپ) اور مراقبہ (سمادھی) سے پیدا ہونے والے کمالات (سدھیاں) ہوتے ہیں۔

تشریح: جسم، حواس اور قلب میں تغیر ہونے پر جو قبل کی نسبتاً غیر معمولی قوتوں کے ظہور میں آ جانے کو کمال کہتے ہیں۔ یہ کمالات پانچ اسباب سے وقوع پذیر ہوتے ہیں ان کی ضمنی اقسام مندرجہ ذیل ہیں۔

(۱) آمد یعنی ولادت سے ہونے والا کمال۔ جب ذی جان بعد مرگ ایک پیکر سے دوسرے پیکر میں جاتا ہے، تب حسب مقسوم جسم، حواس اور قلب میں تغیر و تبدیل ہو کر ان میں عظیم قوتوں کا ظہور ہو جاتا ہے (دیکھو جامع کلمہ ۱۹ باب اول) اس کی مثالیں تاریخ عالم کی وہ عظیم شخصیتیں ہیں جنھوں نے بلا کسی روایتی طریقۂ تعلیم و تربیت وغیرہ پیرکارہند ہوتے وہ فوق الفطرت کارنامے انجام دیتے ہیں جن کو پڑھ کر آج بھی انسان کی عقل دنگ رہ جاتی ہے۔ ہند کے قدیم ادب میں کپل وید ویاس وغیرہ مہرشی ایسی ہی کچھ مثالیں ہیں۔ بطخ کا چوزہ انڈے سے نکلتے ہی تیرنا شروع کر دیتا ہے، گائے کا بچھڑا پیدا ہوتے ہی قلانچیں بھرنے لگتا ہے وغیرہ وغیرہ ایسے قلوب ولادت ہی سے کمالات کا حصول کئے ہوتے ہیں۔

(2) جڑی بوٹی سے پیدا ہونے والے کمالات۔ یہ جڑی بوٹی وغیرہ کے استعمال سے قلب میں صفت ملکوتی کے تغیر سے ہوتا ہے مثلاً پارہ وغیرہ کے استعمال سے جسم میں تجدید شباب کا ہو جانا وغیرہ۔

(3) آیت (منتر) سے پیدا ہونے والے کمالات۔ آیت یا منتر کے ورد سے قلب میں یکسوئی کا تغیر ہوتا ہے۔ اس سے بھی کمال کا حصول ہوتا ہے۔

(4) ریاضت (تپ) سے پیدا ہونے والے کمالات۔ ریاضت سے باطنی غلاظتیں دور ہو جانے پر جسم اور حواس کا کمال حاصل ہوتا ہے۔ قلب میں ریاضت کے تاثرات سے یہ استعداد پیدا ہو جاتی ہے۔

(5) مراقبے سے پیدا ہونے والے کمالات۔ ان کا بیان تفصیل سے باب سوم میں آ چکا ہے۔ مراقبے سے پیدا ہوا قلب ہی نجات کا مستحق ہے۔

متذکرہ کمالات کا حصول جو جسم، حواس اور قلب کی ایک نوع میں بدل جانا ہے، ایسی تغیر یابی جاتی ہے اس لئے اس کو تغیر بین النوع کہا جاتا ہے۔

جامع کلمہ: (2) ایک نوع سے دوسری نوع میں تبدیلی صورت "تغیر بین النوع" اسباب مادی کی تکمیل سے ہوتا ہے۔

تشریح: ایک صنف سے دوسری صنف میں بدل جانا یعنی جسم، حواس وغیرہ کا جڑی بوٹی، آیت وغیرہ کی مزاولت سے غیر معمولی قوتوں کا حصول ہو جانے کو اسباب مادی کی حالت تکمیل سے تعبیر کیا گیا ہے جسم کے اسباب مادی عناصر خمسہ یعنی خلاء، باد، آتش، آب اور خاک ہیں اور حواس کا سبب مادی جزویت ہے یعنی میں ہوں، اس کا احساس ہے۔ ان اسباب کے بقدر انتہائی گنجائش کے لبریز ہو جانے پر تغیر بین النوع ہوتا ہے۔

اس جامع کلمہ کا یہ مفہوم ہے کہ یوگی کے حواس وغیرہ میں جو بین النوع تغیر یعنی قبل کی حالت کے مقابلہ میں غیر معمولی قوتوں کا حصول جڑی بوٹی، آیت، ریاضت، مراقبہ وغیرہ کے اثرات سے ہوتا ہے وہ اجزائے مادی کے بلیغ مجتمع ہونے ہی سے ہوتا ہے مثلاً خشک تنکوں یا خشک جنگل میں لطیف صورت سے نہاں آتش گیر اجزا کا اجتماع آگ کی ایک چنگاری سے ایک خوفناک آگ کی صورت اختیار کر لیتا ہے، اسی طرح یوگی کے

جسم و حواس وغیرہ سے قبل کے صفت شیطانی (رجہ) اور تیرگی عقل (رتم) کے اجزا جیسے جیسے الگ ہوتے جاتے ہیں ان کی جگہ صفت ملکوتی (ست) کے اجزا لیتے جاتے ہیں۔ اس طرح اس صنف کے موافق اجزا کا اجتماع ہوتے رہنے سے دوسری صنف بن جاتی ہے اس بین النوع تغیر کا محرک یوگ سے پیدا ہونے والا فعل متعلقہ ہے جس کی تکمیل یوگی ایت (منتر)، ریاضت اور مراقبہ سے کرتا ہے۔

جامع کلمہ: (3) محرک اسباب مادی کو چلانے والا نہیں ہے اس سے تو محض کسان کی مثل رکاوٹ دور ہوتی ہے۔

تشریح: قبل الذکر جو ولادت یعنی آمد جڑی بوٹی وغیرہ محرک اسباب ہیں وہ اسباب مادی کو ایک منزل سے دوسری منزل تک لے جانے والے نہیں ہیں۔ ان کا کام تو محض رکاوٹ کو دور کرنا ہے۔ اس کے بعد اسباب مادی کی تکمیل خود بخود ہو جاتی ہے جیسے کسان ایک کھیت سے دوسرے کھیت میں پانی لے جاتا ہے تو محض اس کی رکاوٹ ہی دور کرتا ہے، پانی کو رواں کرنے کا کام نہیں کرتا۔ رکاوٹ دور ہو جانے پر پانی خود بخود ایک کھیت سے دوسرے کھیت میں چلا جاتا ہے۔ اسی طرح قبل الذکر ولادت یعنی آمد وغیرہ اسباب کی وساطت سے جب رکاوٹ دور ہو جاتی ہے تب جسم، حواس اور قلب۔ ان سب میں تغیر کے لئے جس جس امور کی ضرورت ہوتی ہے ان ان کی تکمیل خود بخود ہو جاتی ہے۔ رکاوٹ دور ہو جانے پر کمی کو پورا کرنا فطرت قدرت ہے۔

جامع کلمہ: (4) مرتب کردہ قلوب محض جزویت یعنی میں ہوں کے احساس سے ہوتے ہیں۔

تشریح: قلب کی علت مادی جزویت ہے۔ اس لئے مرتب کردہ تمام قلوب محض جزویت ہی سے پیدا ہوتے ہیں۔

جامع کلمہ: (5) مختلف قلوب کو طرح طرح کے رجحانات میں تعینات کرنے والا ایک قلب ہوتا ہے۔

تشریح: جس طرح اپنے جسم میں جدا جدا حواس کے الگ الگ افعال کا تعین کنندہ ایک قلب رہتا ہے، اسی طرح ان مرتب قلوب کو الگ الگ افعال میں تعینات کرنے والا محرک ایک ہی قلب ہوتا ہے جو یوگی کا جبلی قلب ہے۔

جامع کلمہ (6)۔ ان میں وہ قلب جس کی پیدائش مراقبہ سے ہوتی ہے وہ فعل کے تاثرات سے مبرا ہوتا ہے۔

تشریح: آمد، جڑی بوٹی، ریاضت اور مراقبہ۔ ان پانچوں اسباب سے جسم، حواس اور قلب کا غیر معمولی تغیر ہوتا ہے۔ یہ امر قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے۔ ان پانچوں طریقوں سے فضیلت کا حصول کئے ہوئے قلوب میں سے جو قلب مراقبہ سے پیدا ہوتا ہے یعنی مراقبہ کی مزاولت سے غیر معمولی قوت کا حامل بن جاتا ہے وہی تاثرات افعال سے مبرا ہوتا ہے۔ اس لئے وہی رستگاری کا سبب ہوتا ہے۔ دیگر ولادت یعنی آمد، جڑی بوٹی وغیرہ کے ذریعہ غیر معمولی قوت سے مزین قلوب میں تاثرات افعال رہتے ہیں اس وجہ سے وہ نجات کا موجب نہیں ہوتے۔

جامع کلمہ (7)۔ یوگی کے افعال لاروشن اور لاتاریک ہوتے ہیں جبکہ دوسروں کے تین اقسام کے ہوتے ہیں۔

تشریح: روشن افعال سے ایسے افعال مراد ہیں جن کا ثمرہ راحت کا احساس دینے والا ہوتا ہے اور تاریک افعال وہ ہیں جو دوزخ وغیرہ کی اذیتوں کے اسباب ہیں۔ چنانچہ کارہائے ثواب روشن افعال ہیں اور کارہائے گناہ تاریک افعال ہیں۔ کامل یوگی کے افعال کسی طرح کا بھی احساس دینے والے نہیں ہوتے اس لئے ہی ان کو لاروشن اور لاتاریک کہا گیا ہے۔ یوگی کے علاوہ عوام الناس کے افعال تین طرح کے ہوتے ہیں۔ (1) روشن یعنی کار ثواب (2) تاریک یعنی کار گناہ اور (3) ثواب گناہ سے مخلوط۔

جامع کلمہ (8)۔ ان تینوں اقسام کے افعال سے ان کا ثمرہ دینے کے مطابق ہی خواہشات کی ظہور پذیری ہوتی ہے۔

تشریح: وہ افعال تاثرات صورت سے روح باطن یعنی کیفیت قلبی میں مجتمع رہتے ہیں۔ اس لئے ان افعال میں سے جو فعل جب وقت ثمرہ دینے کے لئے تیار ہوتا ہے اس وقت اس فعل کا جیسا ثمرہ ہونا ہوتا ہے ویسی ہی خواہش پیدا ہو جاتی ہے، دیگر افعال کے ثمرہ دینے کی نہیں۔

جامع کلمہ (9): نوع یا جنس، مکان اور زمان ان تینوں کے حائل رہنے پر بھی فعل کے تاثرات میں مداخلت نہیں ہوتی

کیونکہ حافظہ اور تاثر دونوں یکساں صورت ہوتے ہیں۔

یعنی ان دونوں میں موضوعی یکسانیت ہے۔

تشریح: کوئی فعل کسی ایک جنم میں کیا گیا اور کوئی فعل کسی دوسرے ہی جنم میں کیا جاتا ہے۔ یہ ان افعال میں نوع کا حائل ہونا ہے۔ اسی طرح مختلف افعال میں مکان اور زماں کا فاصلہ بھی ہوتا ہے۔ اس طرح جنم، مکان اور زماں کے حائل رہتے ہوئے بھی جس فعل کے ثمرہ کا حصول ہونے والا ہے اس کے مطابق راحت و اذیت کا احساس (بھوگ) کرانے والی رغبت کے نمو ہونے میں کوئی مداخلت پیش نہیں آتی کیونکہ حافظہ اور تاثرات یہ دونوں ایک ہی ہیں۔ جس کسی فعل کے ثمریاب ہونے کی علت فاعلی آجاتی ہے، ویسی ہی خواہش نمو ہو جاتی ہے۔ مثلاً اگر کسی کو اس کے گزشتہ جنم یا جنموں کے افعال کا ثمرہ بھوگنے کے لئے گائے کی جون (نوع) ملنے والی ہے تو اس نے جب کبھی بھی گائے کی جون پائی ہے اس کی رغبت اس کے لئے ظاہر ہو جائے گی۔ مفہوم یہ ہے کہ اس جنم کے بعد دوسرے کتنے ہی جنم گزر چکے ہوں، کتنا ہی وقت گزر چکا ہو اور وہ کسی بھی مقام پہ پیدا ہوا ہو اس کی رغبت نمو ہو آئے گی۔ حافظہ اور تاثرات کی یکسانیت ہونے کی وجہ سے جو ثمرہ ملتا ہے اس کے مطابق راحت و اذیت کا احساس (بھوگ) کرانے والی رغبت پیدا ہو جاتی ہے یعنی ویسا ہی پندار یا حافظہ خود کر آتا ہے۔

جامع کلمہ (10): رغبتیں دوامی ہیں کیوں کہ جاندار میں آرزوئے بقا ہمیشہ بنی رہتی ہے۔

تشریح: ہر ذی جان میں زندگی کی آرزو ہمیشہ قائم رہتی ہے۔ پیدائش کے فوراً بعد ہی ادنیٰ سے ادنیٰ جاندار میں خوف مرگ دیکھا جاتا ہے اس سے قبل کے جنم کی دلالت ہوتی ہے اس جنم میں بھی خوف مرگ کا نفوذ ہونے سے تناسخ کا ثبوت ملتا ہے لہٰذا رغبتوں کی ابدیت کی بھی تصدیق ہو جاتی ہے۔

جامع کلمہ (11): سبب، ثمرہ، اساس اور وابستگی، ان سے رغبتوں کی تالیف ہوتی ہے۔ اس لئے ان چاروں کی نیستی ہونے سے رغبتیں بھی فنا ہو جاتی ہیں۔

تشریح: (1) رغبتوں کے اسباب جہل وغیرہ زحمات، ثواب، گناہ اور ثواب

وگناہ سے مخلوط افعال ہیں۔

(2) رغبتوں کا ثمرہ۔ نوع انواع حیات اور لذات نفسانی وطبعی کا احساس ہے۔

(3) رغبتوں کی اساس قلب بمع اختیارات ہے۔

(4) رغبتوں کی وابستگی حواس کے موضوعات ہیں۔

جب یوگی کی مزاولت سے رغبتوں کی نیستی ہو جاتی ہے یعنی علم تمیز (حق و باطل کا امتیاز) سے جہل کا اتلاف ہوتا ہے (دیکھو جامع کلمہ 3 باب چہارم) اس وقت افعال میں ثمر یاب ہونے کی صلاحیت نہیں رہتی، قلب اپنی علت میں جذب ہو جاتا ہے۔ (دیکھو جامع کلمہ 34 باب چہارم) مذکورہ بالا اسباب کے نہ رہنے سے موضوعات کے ساتھ ذات کا رشتہ منقطع ہو جاتا ہے۔ اس طرح سبب، ثمرہ، اساس اور وابستگی ان چاروں کی نیستی ہو جانے پر خود بخود رغبتوں کا فقدان ہو جاتا ہے۔ لہذا یوگی کا آئندہ جنم نہیں ہوتا یعنی وہ نجات حاصل کر لیتا ہے۔

جامع کلمہ (12) افعال متعلقہ میں زماں کی تفریق ہوتی ہے، اس وجہ سے جو افعال متعلقہ (جہل، رغبت، کیفیات قلب وغیرہ) ماضی بن چکے ہیں اور جو آئندہ پیش آنے والے ہیں یعنی ابھی ظاہر نہیں ہوتے، ان کا بھی وجود ہے۔

تشریح: حقیقتاً شے کی کبھی بھی نیستی نہیں ہوتی، شے کے افعال متعلقہ کچھ آئندہ پیش آنے والی حالت میں رہتے ہیں، کچھ موجودہ حالت میں اور کچھ رفتہ حالت میں ہوتے ہیں۔ ایسا نہیں ہے کہ جو موجود ہے اسی کا وجود ہے ماضی اور مستقبل دونوں حالتوں میں وہ اپنے علل میں رہتے ہیں اور پردۂ ظہور پر نہیں آتے۔ یہ اپنے علل میں مدغم ہونا ہی ان کا اتلاف یا نیستی ہے۔ یوگی کا ان رغبتوں وغیرہ سے رشتہ منقطع ہو جاتا ہے۔ لہذا وہ یوگی کے دوبارہ جنم لینے کے اسباب نہیں بن سکتے۔

جامع کلمہ (13) وہ جملہ افعال متعلقہ خواہ عیاں حالت میں ہوں یا حالت پنہاں میں ہوں، صفات ماہیت ہی ہیں۔

تشریح: تمام افعال متعلقہ سہ روپہ ہیں۔ روش موجود یہ عیاں یعنی ظاہر یا
کثیف ہیں، ماضی و مستقبل روشوں میں نہاں لطیف ہیں۔ یہ کل افعال متعلقہ عنصر کبیر سے
لے کر عناصر کثیف تک صفات سہ گانہ ست۔ رجہ۔ تم ہی کا مختلف تغیر ہیں۔ در اصل تمام
اشیا عنصر کبیر سے لے کر عنصر مادی تک صفات ہی کی ترکیب ہونے سے صفات صورت
ہی ہیں۔ خاک وغیرہ پانچوں عناصر کثیف کی اصلیت پانچ جوہر یا عنصری خاصیتیں سامعہ،
لامسہ، باصرہ، ذائقہ اور شامہ ہیں۔ پانچوں عنصری خاصیتیں اور گیارہ حواس (پانچ حواس
علمی اور پانچ حواس عملی یا افعالی اور قوت مدرکہ یعنی قلب یا دل) پندار ہستی ماہیت ہیں۔
پندار ہستی عنصر کبیر ماہیت ہے، عنصر کبیر اساسی قدرت ماہیت ہے اور اساسی قدرت
(جوہر ابتدائی یا علت مادی) صفات سہ گانہ ماہیت ہے۔ اس طرح ازل ہی سے کل
کائنات صفات ماہیت ہے اگرچہ صفات کی اصل ہیئت کا احساس ہم نہیں کر پاتے۔

جامع کلمہ (14): تغیر کی یکسانیت سے شے کا ویسا ہونا ممکن ہے۔

تشریح: باہمی طور پر مختلف فطرتوں والی صفات کا جب یکساں تغیر ہوتا ہے
یعنی سب متحد ہو کر جب کسی ایک شے کی صورت میں تبدیل ہو جاتی ہیں تب ایسا ہونے
میں کوئی تخالف نہیں ہے۔ مختلف اشیا کے یکساں تغیر سے ایک شے کا ظہور میں آنا اکثر
دیکھا جاتا ہے۔ مثلاً خاک اور آب متحد ہو کر مہتاب و خورشید کی شعاعوں کے رابطے سے
اشجار کی صورت میں تبدیل ہو جاتے ہیں۔ ان میں بھی طرح طرح کی اقسام و اشکال اور
جداگانہ وجود کا اختلاف ہو جاتا ہے لیکن ماہیتاً وہ اپنے فاعل اساسی کے ساتھ
سراسر یگانہ ہیں۔ اسی طرح کل اشیا صفات ست۔ رجہ۔ تم صورت ہی ہیں ان سے
بیگانہ نہیں۔ مثال کے طور پر اگرچہ صفات تین ہیں لیکن جیسے بتی، تیل اور آتش مل کر ایک
دوسرے کو مدد دیتے ہوئے روشنی کا کام دیتے ہیں، اسی طرح تینوں صفات ست۔
رجہ۔ تم اصل کی ذات کی طاعت کے لئے الگ الگ اشیا کو مختلف صورتوں میں پیدا کرتی ہیں

جامع کلمہ (15): شے کے ایک ہونے پر بھی قلب کے اختلاف سے
ان دونوں کا الگ الگ راستہ ہے۔

تشریح: یہ عیاں ہے کہ ایک ہی شے میں انسان کے قلب کی کیفیات الگ
الگ ہوتی ہیں یعنی ایک ہی شے لاشمار کا موضوع بنتی ہے۔ اس حالت میں اگر ایک شے

محض ایک ہی قلب کا تصور مان لیا جائے تو وہ لاشمار قلوب کا موضوع نہیں بن سکتی لہٰذا سب کو اس کی آگاہی نہیں ہونی چاہیئے تھی لیکن ایسا نہیں ہوتا۔ اس کی آگاہی سب ہی کو ہوتی ہے۔ علاوہ ازیں اگر اس کو لاشمار قلوب کا تصور مانا جائے تو وہ بھی درست نہ ہوگا کیونکہ وہ شے الگ الگ اوقات پر لاشمار قلوب کا موضوع ہوتی ہوتی دیکھی جاتی ہے۔ اس حالت میں وہ کن قلوب کا موضوع مانی جائے گی؟ چنانچہ شے کی انفرادیت اور اسے موضوع بنانے والے قلوب کے لاشمار ہونے کے سبب دونوں الگ الگ مدرکات ہیں۔ ایسا اعتراف کرنا ہی درست ہے۔

جامع کلمہ (16)۔ خارجی شے کسی ایک قلب کے تابع نہیں ہے، کیونکہ
اس ترتیب کی غیر موجودگی میں یعنی جب وہ اس قلب کا
موضوع نہیں رہے گی، اس وقت اس کا کیا ہوگا؟

تشریح: اگر شے کو ایک ہی قلب کے تابع تسلیم کر لیا جائے تو جب وہ قلب کسی دیگر موضوع میں لگا ہو یا مسدود ہو گیا ہو تو اس وقت شے کی نیستی ہو جانی چاہیئے۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ وہ تب بھی موجود رہتی ہے۔ اس کو ذرا اور وضاحت سے یوں سمجھو کہ جسم کا کوئی حصہ مثلاً پشت یا ہاتھ وغیرہ جس وقت دکھائی نہ دے تو اس کو اس وقت قلب کا موضوع نہ ہونے سے لاوجود نہیں کہہ سکتے۔ لہٰذا شے کا وجود جداگانہ ہے قلب کا محتاج نہیں ہے۔

جامع کلمہ (17)۔ قلب شے کے عکس پڑنے کا منتظر رہنے والا ہے،
اس وجہ سے اس کے ذریعہ کبھی شے کی آگاہی ہوتی ہے
کبھی نہیں ہوتی ہے۔

تشریح: قلب میں حواس کی قربت سے جس موضوع کا عکس پڑتا ہے، اسی شے کی آگاہی قلب کو ہوتی ہے دیگر شے کی نہیں۔ اسے شے کی آگاہی حاصل کر لینے کے لیے عکس کی ضرورت ہے۔ اس لئے جب جس شے کا عکس اس میں پڑتا ہے یعنی حواس کی وساطت سے جس شے سے جب قلب کا رابطہ قائم ہو جاتا ہے، اس وقت وہ شے اسے معلوم ہے اور جس وقت شے قلب کی کیفیت کا موضوع نہیں رہتی یعنی قلب میں نفوذ پذیر نہیں ہوتی اس وقت نامعلوم ہے۔

جامع کلمہ (18): قلب کی مختار ذات تغیر پذیر نہیں ہے، اس لئے اس کو کیفیات قلب ہمیشہ معلوم رہتی ہیں۔

تشریح: قلب تغیر پذیر ہے اس وجہ سے وہ خارجی اشیا کو ہر وقت نہیں دیکھ سکتا۔ جب کسی شے کا اس سے رابطہ ہوتا ہے تب ہی اسے دیکھتا ہے۔ لیکن قلب کی مالک جو ذات ہے وہ لاتغیر ہے۔ اس لئے وہ اس کی کیفیات کو ہر موقع پر دیکھتی رہتی ہے۔ قلب میں کیفیات کا نمو ہونا اور فرو ہونا یہ تمام اسے معلوم رہتا ہے۔

جامع کلمہ (19): وہ یعنی قلب منور بالذات نہیں ہے کیونکہ وہ منظور ہے۔

تشریح: قلب منظور ہے اس لئے مادہ ہے اور نور ہیئت نہیں ہے اس میں جو حساسیت دکھائی دیتی ہے جس کی وجہ سے وہ کسی حد تک شعور کا حامل کہا جاتا ہے وہ اس میں غیر مادی ذات کا عکس پڑنے کی وجہ سے ہے۔ جب قلب میں خارجی اشیا اور غیر مادی ذات ان دونوں کا عکس پڑتا ہے، اس وقت ذات کیفیات قلب کی صورت ان کی صورت والی سی ہوئی رہتی ہے (دیکھو جامع کلمہ 4 باب اول) اور قلب محرک سا معلوم ہونے لگتا ہے۔ لیکن درحقیقت جیسے حواس اور سامعہ وغیرہ موضوع منظور یعنی عالم طبیعی نفسانی و مادی منور بالذات نہیں ہیں ٹھیک اسی طرح قلب بھی منظور ہونے کی وجہ سے منور بالذات نہیں ہے۔

جامع کلمہ (20): ایک ہی وقت میں دونوں یعنی موضوع اور قلب کا علم نہیں ہو سکتا۔

تشریح: خارجی موضوع کا عکس قلب میں پڑتا ہے تب ناظر ذات کو اس عکس سمیت قلب کا علم ہونا قرین فہم ہے۔ کیونکہ ذات لامتغیر ہے۔ لیکن قلب چونکہ تغیر پذیر ہے اس لئے اس کو خود کی ہیئت اور منظور موضوع کی ہیئت کا علم بیک وقت نہیں ہو سکتا قلب کا کام محض خارجی موضوع کی ہیئت کو اپنے مالک ناظر ذات کے روبرو پیش کر دینا ہے، پھر اسے جاننے کا کام تو ذات کا ہے۔

جامع کلمہ (21): ایک قلب کو دوسرے قلب کا منظور تسلیم کر لینے پر وہ قلب پھر دوسرے قلب کا منظور ہوگا۔ اس طرح ایک غیر متعین حالت پیدا ہو جائے گی اور حافظہ بھی

خلط ملط ہو جائے گا۔

تشریح: اس طرح ایک قلب کو دوسرے قلب کا منظور تسلیم کر لینے سے اول حالت غیر معین کا نقص واقع ہوتا ہے۔ دوم حافظہ کے خلط ملط ہو جانے کا نقص بھی پیدا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ ایک قلب نے تو کسی موضوع کو دیکھا، دوسرے کو اس موضوع سمیت قلب کی آگاہی ہوئی، اس طرح دوسرے کو تیسرے کی اور تیسرے کو چوتھے کی علیٰ ہذا القیاس اس طرح چلتا رہنے پر تو ایک شے کا علم ہی اختتام کو نہیں پہنچ پائے گا، یہ حالت غیر معین کا نقص آئے گا۔ اور ان لاشمار اطلاعات کی ایک ہی ساتھ یاد آ جانے پر یہ فیصلہ نہ ہو سکے گا کہ کس آگاہی کی کیا صورت ہے۔ یادداشت خلط ملط ہو جائے گی۔ اس لئے اس کا تجربہ کسی کو بھی نہیں ہے۔ سب لوگ ایسے یاد کرتے ہیں کہ فلاں موضوع کا انہیں علم ہوا تھا۔ کوئی ایسا نہیں کہتا کہ فلاں موضوع کا، اس کی آگاہی کا، پھر اس کی آگاہی سمیت آگاہی کا پھر اس کی بھی آگاہی سمیت آگاہی کا انہیں علم ہوا تھا۔ علیٰ ہذا القیاس۔ اس طرح منظور کو قلب سے جدا گانہ ماننا ہی معقول ہے۔

جامع کلمہ (22) اگرچہ قوت شعور یعنی ذات تاثرات سے مبرا اور لاتعلق ہے تاہم یک ہیئت ہو جانے پر اسے اپنی عقل کا جو موضوع کے ساتھ ترکیب پائے ہوتی ہے علم رہتا ہے۔

تشریح: غیر مادی ذات قدیم غیر متغیر، تاثرات سے مبرا اور لاتعلق ہے اس میں کوئی شبہ نہیں۔ لیکن طرح طرح کی تغیر پذیر منظور اشیا کے عکس سے یک ہیئت ہوتے قلب کے رابطہ سے وہ یعنی ذات بھی قلب ہیئت والی سی ہو جاتی ہے۔ (دیکھو جامع کلمہ 9 باب اول) اس وقت ذات کو کیفیت سمیت عقل کا علم ہوتا ہے لہذا اسے اپنی عقل اور عقل کی کیفیات کی علیم اور متلذذ کہا جاتا ہے۔ درحقیقت ذات نہ تو علیم ہی ہے اور نہ ہی متلذذ ہے۔ وہ تو مبرا بے تغیر لاتعلق، محو بالذات اور شعور محض ہے۔ قصہ کوتاہ غیر مادی کے عکس سے مربوط ہوئی عقل کا صفت اتباع کرنے والی سی ہونے کے باعث غیر مادی ذات کو علیم کہا جاتا ہے۔

جامع کلمہ (23) ناظر اور منظور ان دونوں سے رنگا ہوا قلب جملہ غرض وغایت کا حامل ہو جاتا ہے۔

تشریح: یہ قلب جب منظور شے سے مربوط ہوا اپنی ہیئت سمیت ناظر کا موضوع یعنی منظور بن کر اس سے متعلق ہوتا ہے، تب ناظر اور منظور ان دونوں کے رنگ میں رنگ جاتا ہے یعنی ان دونوں کا عکس اس پر پڑنے کے باعث وہ دونوں کی صورت اختیار کر لیتا ہے اور اس کی نجی صورت بھی موجود رہتی ہے۔ اس وجہ سے یہ قلب ہی جملہ اعراض والا ہو جاتا ہے۔ یعنی منظور شے کی صورت والا، ناظر ذات کی صورت والا اور اپنی صورت والا، اس طرح جملہ صورتوں والا ہو جاتا ہے۔

(1) عنصر قلب یا عنصر عقل، یہ صفات سہ گانہ (ست۔ رج۔ تم) کا اولین اور ملکوتی تغیر ہے، یہ متحرک، متغیر اور مادی ہے لیکن ملکوتی ہونے کے سبب سے بلور کی مانند شفاف ہے۔ یہ قلب کی اپنی صورت ہے۔

(2) قلب کے سامنے جس وقت جیسی خارجی شے آتی ہے یعنی جس شے سے اس کا رابطہ ہوتا ہے، اس کے رنگ میں رنگا ہوا یہ اسی کی ہیئت والا ہو جاتا ہے، اسی لئے شے کی صورت معلوم پڑتا ہے۔

(3) ذات کے ساتھ رابطہ ہونے کے سبب یہ ناظر غیر مادی ذات کے رنگ میں رنگا ہوا رہتا ہے، اس لئے یہ اس کی ہیئت والا ہوا غیر مادی صورت سا معلوم پڑنے لگتا ہے۔

دراصل قلب اس میں منعکس ہونے والے موضوعات اور غیر مادی ذات سے سراسر مختلف ہے تو بھی مغالطے سے ان کی صورت والا معلوم پڑنے لگتا ہے۔ بعض فلاسفہ تو قلب ہی کو غیر مادی ناظر مان کر کہتے ہیں کہ قلب کے علاوہ دیگر کوئی ناظر نہیں ہے اور بعض یہ کہتے ہیں کہ قلب کے علاوہ یہ نظر آنے والے موضوعات مثلاً گائے، مشک وغیرہ اور ان کا سبب صورت عناصر خمسہ وغیرہ بھی کچھ نہیں ہیں۔ قلب ہی جملہ صورت ہو کر نظر آتا ہے۔ لیکن یہ مغالطہ مراقبہ کے ذریعہ انسان کا اپنی ہیئت میں قیام ہو جانے پر زائل ہو جاتا ہے۔

جامع کلمہ: (24) وہ یعنی قلب لاشمار رغبتوں سے منقش ہونے پر بھی دوسرے کے لئے ہے، کیونکہ وہ فاعل مجمع یعنی مل جل کر کام کرنے والا ہے۔

تشریح: جو شے متعدد اشیاء سے مخلوط ملا ہو کر فعل استعداد رکھتی ہو وہ فاعل

جمع کی گئی ہے، مثلاً مکان کھانا وغیرہ ایسی اشیا ہیں جو اپنے سے الگ کسی دوسرے کے لئے ہی ہیں، اپنے لئے نہیں۔ لہٰذا وہ برائے دیگر کہلاتی ہیں، یہ قلب بھی ست۔ رج۔ تم۔ ان تینوں صفات کے امتزاج سے آفریدہ ہے اور خارجی اشیا و موضوعات اور حواس کے ربط سے ان سے مل جل کر کام کرنے کے قابل ہوتا ہے غرضیکہ وہ اپنے لئے نہیں ہے ناظر ذات کے لئے ہے اور اس کو احساس لذات نفسانی و طبعی اور اذیت دلانے اور اس کی رستگاری یعنی نجات کی تکمیلیت کے لئے وہ طرح طرح کی رغبتوں سے منقش ہے، خود کے لئے نہیں۔

مفہوم یہ ہے کہ اگرچہ قلب ہی میں تمام خارجی اشیا و موضوعات کے نقوش پڑتے ہیں اور لاشمار رغبتوں سے آراستہ ہے تو بھی وہ نہ تو ربا لذات اور ناظر نہیں ہے کیونکہ وہ خارجی اشیا و موضوعات اور حواس وغیرہ کے ساتھ اختلاط سے کام کرنے والا ہے، لہٰذا برائے دیگر ہے۔

جامع کلمہ (26)۔ مراقبہ سے آفریدہ معرفت یعنی آگاہی تمیز کے ذریعہ قلب اور ذات میں اختلاف معلوم کر لینے والے کا تصور ذات کے قیاس و فکر کا ازالہ ہو جاتا ہے۔

تشریح: اپنی ہیئت کو جاننے کے لئے جو اس طرح کے ارادے ہوتے ہیں کہ میں کون تھا ہوں؟ کیا ہوں؟ وغیرہ وغیرہ اس کو فکر تصور ذات کہا گیا ہے۔ اسی کو علم خودشناسی کے موضوع کا تفکر بھی کہتے ہیں۔ یہ جب تک انسان کو ذات کی ہیئت کا علم نہیں ہوتا تب تک اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کے شاغل میں بھی موجود رہتا ہے۔ لیکن جس نے علم معرفت یعنی آگاہی تمیز کی وساطت سے اس راز کو بخوبی سمجھ لیا ہے کہ جسم اور قلب وغیرہ سے ذات مختلف ہے جس کو اپنی ہیئت کی بابت شک و شبہ سے مبرا صریح اشراق ہو گیا ہے، اس کا مذکورہ بالا فکر تصور ذات کلی طور پر نیست و نابود ہو جاتا ہے یہی اس کی شناخت ہے۔

جامع کلمہ (28)۔ اس وقت واصل یعنی یوگی کا قلب آگاہی تمیز کی جانب مصمم ارادہ کئے ہوئے اتحاد ہیئت مطلق یعنی پاک ذات میں قیام کے روبرو ہو جاتا ہے۔

تشریح: حالتِ جہل میں عام انسان کا قلب جہل میں منہمک اور موضوعات کے روبرو رہتا ہے۔ لیکن جب علمِ ذات طلوع ہو جاتا ہے مرتاض یوگی کا قلب عالمِ فانی کی جانب نہیں جاتا، اس کے موضوعات سے وہ کلی طور پر بے اعتنائی اختیار کر لیتا ہے اور ہمہ وقت آگاہی تمیز میں محو رہتا ہے اور اتحادِ ہیئت مطلق کے روبرو ہو جاتا ہے، بالفاظ دیگر اپنی علت میں جذب ہونا شروع کر دیتا ہے۔ قلب کا اپنے سبب میں معدوم ہو جانا اور ناظر کا اپنی ہیئت میں مقیم ہو جانا ہی اتحادِ ہیئت مطلق یا مقامِ انتہائے مراتب ادراک انسانی یا نجات ہے۔

جامع کلمہ: (27) اس مراقبہ کے مرکز میں دیگر موضوعات کی آگاہی قبل کے تاثرات سے ہوتی ہے۔

تشریح: علم تمیز میں محو قلب میں ظہور یعنی لاجذبیت کی حالتوں کے وقت جو دیگر موضوعات محسوسات کا معاملہ دیکھنے میں آتا ہے، وہ تخم بریاں کی شکل موجود قبل کے تاثرات کے باعث ہوتا ہے۔

جامع کلمہ: (28) ان تاثرات کا اتلاف رجحانات کی شکل کہا گیا ہے۔

تشریح: تخم بریاں کی شکل جو لطیف رجحانات ہیں ان کی بیخ جیسے علت میں معلول کا جذب ہونا بتلائی گئی ہے (دیکھو جامع کلمہ 10 باب دوم) ان کا معاملہ بھی اسی طرح ہے۔ جب تک کسی بھی حالت میں قلب حاضر رہتا ہے تب تک تاثرات کا قطعی اتلاف نہیں ہوتا۔ تاثرات کا اتلاف تو قلب کے اپنی علت یعنی صفات میں جذب ہوتے ہی اس کے ساتھ ہی ہوتا ہے۔ لیکن تخم بریاں کی شکل علم و عرفان کی آتش میں جلائے ہوئے تاثرات موجود رہ کر بھی تناسخ کا سبب نہیں ہو سکتے۔ اس لئے ان کی وجہ سے ہونے والی موضوعات کی آگاہی تاثرات پیدا کرنے والی نہیں ہوتی۔

جامع کلمہ: (29) جو یوگی علم معرفت کی حرمت سے کلی بے نیاز ہو جاتا ہے، اس کی آگاہی تمیز ہمیشہ منور رہنے کی وجہ سے اس کو ابر خاصہ طبیبی مراقبہ کا حصول ہو جاتا ہے۔

تشریح: جب علم معرفت نمو ہوتا ہے۔ تب یوگی کے قلب میں بے انتہا شناخت آجاتی ہے۔ لہٰذا اس میں غیر معمولی قوت آجاتی ہے اس وقت یوگی ہمہ دان

یعنی سبھو گیانی ہو جاتا ہے (دیکھو جامع کلمہ 49 باب سوم) ایسی صلاحیت کا حصول ہو جانے پر بھی جو یوگی اپنی طاقت کا استعمال نہیں کرتا۔ ہمہ دانیت صورت قدرت کاملہ سے موانست نہیں رکھتا، اس سے بالکل بے نیاز رہتا ہے، تب اس کی آگاہی تمیز میں کسی بھی طرح کا خلل نہیں پڑتا۔ وہ متواتر آشکار رہتی ہے اس لئے اسی وقت اس یوگی کو ابر خاصہ طبعی مراقبہ کا حصول ہو جاتا ہے۔ ابر خاصہ طبعی کیا ہے؟ نہایت اہم گت وو ثواب سے مبرا اعلیٰ ترین مدعائے تخلیق وجود انسان کے انجام دہندہ خاصہ طبعی کی جو رحمت برساتا ہے وہ ابر خاصہ طبعی ہے۔

جامع کلمہ (30): ابر خاصہ طبعی مراقبہ سے رجحانات اور افعال کا قطعی طور پر اتلاف ہو جاتا ہے۔

تشریح: متذکرہ بالا طریق سے جب یوگی کا مراقبہ ابر خاصہ طبعی تکمیل کو پہنچ جاتا ہے تب اس کے جہل وغیرہ رجحانات تمسہ اور روشن و تاریک اور ملوا ایسے تینوں طرح کے افعال کے تاثرات کی بیخ کنی ہو جاتی ہے۔ اس مقام پر یوگی پابندی مادیت سے سبکدوش (جیون مکت) ہو جاتا ہے۔

جامع کلمہ (31): اس وقت جس کے ہر طرح کے حجاب اور کثافت دور ہو چکے ہیں ایسا علم لا محدود ہو جاتا ہے۔ لہذا معلوم شدہ موضوعات ہیچ ہو جاتے ہیں۔

تشریح: آگاہی تمیز کے حصول سے قبل علم کو محدود کرنے والے جہل وغیرہ کے جتنے بھی حجاب ہوتے ہیں اور جتنی بھی تاثرات افعال صورت کثافت مہیا ہوئی ہوتی ہے، وہ تمام متذکرہ بالا ابر خاصہ طبعی مراقبہ سے نیست ہو جاتے ہیں۔ اس وجہ سے جتنے بھی معلوم موضوعات ہیں وہ آسمان میں جگنو کی مثل ہیچ ہو جاتے ہیں اس وقت کامل اور نجات پائے ہوئے یوگی کے لئے کوئی عنصر لاشناخت نہیں رہتا۔

جامع کلمہ (32): اس کے بعد کامراں ہو جاتے پر صفات کے قدرتی عمل کے اسباب کا اختتام ہو جاتا ہے۔

تشریح: جب یوگی کو ابر خاصہ طبعی مراقبہ کا حصول ہو جاتا ہے تب اس کے لئے صفات کا کوئی فرض باقی نہیں رہتا، ان کا کام جو ذات کو راحت و اذیت کا احساس

اور نجات دہندگی سے پورا ہوجاتا ہے۔ اس طرح ان کی جو متواتر تغیر پذیر ہونے کی صورت ہے وہ اس یوگی کے لئے ختم ہو جاتی ہے۔ اس لئے صفات آئندہ ہونے والے پیکر کی نشوونما نہیں کر پاتیں یعنی تناسخ کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔

جامع کلمہ (33): جو لمحات کا ہم نشین ہے اور تغیر کے اختتام پر جس کی ہیئت معلوم ہوتی ہے وہ عمل طبیعی ہے۔

تشریح: کوئی بھی شے جب کسی ایک صورت سے دوسری صورت میں تبدیل ہوتی ہے یا ایک صورت میں رہتے ہوئے پرانی ہوتی چلی جاتی ہے تب اس کا وہ تغیر کسی مخصوص مدت یعنی ایک دن، ایک گھنٹہ یا ایک منٹ وغیرہ میں نہیں ہوتا۔ اس میں ہر لمحہ تبدیلی ہوتی رہتی ہے لیکن معلوم نہیں پڑتی۔ اس شے کا دوسرا تغیر مکمل ہو جانے پر اس امر کا علم قیاس سے ہوتا ہے کہ شے ایک دم نہیں بدلی ہے وہ عملاً بدلتی رہی ہے۔ عمل کا بیان باب سوم کے جامع کلمات 51 اور 52 میں کیا جا چکا ہے اس طرح عمل کے علم کا ہونا تغیر کے اختتام پر کہا ہے اور ہر لمحہ سے اس کا رشتہ ہے۔ ایک لمحہ کے بعد دوسرا لمحہ اس کے بعد تیسرا لمحہ اس طرح لمحات کی روانی میں جو اول اور آخر کا مشتہر ہے اس کو عمل کہتے ہیں۔ اسی کو لمحہ کا ہم نشین کہا گیا ہے۔ جو لمحات کا مقسوم علیہ ہے وہ عمل ہے۔ بہ الفاظ دیگر عمل لمحات کا مقسوم علیہ ہے۔

جامع کلمہ (34): جن کا ذات کے لئے کوئی کام باقی نہیں ایسی صفات کا اپنی علت میں جذب ہو جانا نجات ہے یا یوں کہا جائے کہ ناظر کا اپنی حیثیت میں استقرار نجات ہے۔

تشریح: صفات کی رغبت ذات کے احساس راحت و اذیت اور نجات کی تکمیل کے لئے ہے۔ اس کام کو سرانجام دینے کے لئے وہ عقل، پندار خودی، عنصری خاصیتیں، قلب، حواس اور ساعد وغیرہ موضوعات کی صورتوں میں تبدیل ہوتی ہیں۔ جس شخص کے لئے وہ صفات بھوگ بھگتا کر نجات کی تکمیل کرا دیتی ہیں اس کے لئے ان کا کوئی فرض باقی نہیں رہتا۔ تب وہ اپنے اصل مقصود کی تکمیل کر علت و معلول صورت میں منقسم ہوئی صفات تقلیبی تغیر کا حصول کر کے اپنی علت میں جذب ہو جاتی ہے۔ یہی صفات کی رستگاری یعنی ذات سے جدا ہو جانا ہے۔ اور ان صفات کے ساتھ جو ذات کا جہل کردہ ازلی و مثبت الحاق تھا

اس کی نیستی ہو جانے پر اپنی ہیئت میں قیام فرمانا یہ ذات کی بنا ہے یعنی خلاق (قدرت و کائنات) سے قطعی طور پر الگ ہو جاتا ہے۔

جامع کلمات کا متن

باب اول : مراقبہ

جامع کلمہ	مضمون
1	روایاتی علم ذات کے متعلق معلومات کی ابتدا کرتے ہیں۔
2	جملہ قلبی کیفیات کو سراسر مسدود کر دینا علم ذات کہا گیا ہے۔
3	اس وقت ناظر اپنی ہئیت میں مقیم ہو جاتا ہے۔
4	دیگر اوقات میں ناظر قلبی کیفیات صورت والا سا رہتا ہے۔
6	مذکورہ بالا قلبی کیفیات پانچ اقسام کی ہوتی ہیں اور ہر ایک کیفیت کی دو ضمنی اقسام ہیں، ایک مزاحم دوسری معاون۔
6	(1) تصدیق یا ثبوت (2) سہو یا خطا (3) قیاس (4) خواب یا نیند اور (5) حافظہ۔ یہ پانچ ہیں۔
7	نمایاں، استخراج اور الہام یہ تینوں تصدیق ہیں۔
8	جو اس شے کے نام و نشان میں استقرار نہیں رکھتی ایسی موہوم آگاہی سہو ہے۔
9	جو آگاہی لفظ سے پیدا ہوئی واقفیت کے ساتھ ساتھ ہوتی ہے اور جس کا موضوع سامنے موجود نہیں وہی قیاس ہے۔
10	نیستی کی آگاہی کو قبول کرنے والی کیفیت خواب یا نیند ہے۔
11	حواس خمسہ سے محسوس کئے گئے موضوعات کا محو نہ ہو جانا یعنی ظاہر ہو جانا حافظہ ہے۔

12 ان کیفیات قلب کا مسدود کرنا شغل اور ترک لذات سے ہوتا ہے۔

13 ان دونوں میں سے جو عمل قلب کی استقامت کے لئے کیا جاتا ہے وہ شغل ہے

14 لیکن شغل بہت عرصہ تک لگاتار اور تنظیم سے کلی طور پر اپنا لئے جانے پر ہی استوار حالت والا ہوتا ہے۔

15 دیدہ و شنیدہ موضوعات میں ہوس سے سراسر لاتعلق جو تسخیر قلب تام کی حالت ہے وہی ترک لذات ہے۔

16 ذات کے علم سے قدرت (امتزاج صفات سہ گانہ) کی صفات میں جو ہوس کا سراسر نابود ہو جاتا ہے وہ ترک کبیر ہے۔

17 استدلال، سیر القلب یعنی فکر، کیفیت اور انانیت ان چاروں کی نسبت سے باہم ترکیب پائی ہوئی کیفیت قلب کا تصفیہ علم معرفت یعنی یوگ کی تجریدی منزل ہے۔

18 موقوفی خیال کا شغل جس کی مقدم حالت ہے اور جس میں قلب کی ماہیت کا صرف نقش ہی باقی رہتا ہے وہ وصل (یوگ) مختلف ہے۔

19 لاجسم اور علت مادی میں جذب یوگیوں کا مذکورہ بالا یوگ یعنی وصل ولادت لاحقہ یعنی پیدائش سے جڑا ہوا کہلاتا ہے۔

20 دیگر طالبان کا جملہ قلبی کیفیات کو مسدود کر دینے والا یوگ، عقیدت، تحمل، حافظہ، مراقبہ اور عقل سلیم کے اتصال سے رفتہ رفتہ پایۂ تکمیل کو پہنچتا ہے۔

21 جن کی مزاولت کی رفتار تیز ہے ان کو مراقبہ اور اس کے ثمرہ صورت مقام انتہا ادراک انسانی کا حصول جلد ہو جاتا ہے۔

22 مزاولت کی کیفیت، معمولی، درمیانی اور اعلیٰ درجات کی ہونے کے سبب تیز رفتاری سے چلنے والوں میں مدت کی کمی بیشی ہو جاتی ہے۔

23 اس کے علاوہ ذات مطلق کے تصور سے بھی مراقبہ، انتہا ادراک انسانی کی تکمیل جلد ہو سکتی ہے۔

24 جو زحمت، فعل، ماحصل اور ولادت کے رشتے سے مبرا کل خلائق سے برتر ذات باری تعالیٰ ہے وہ قادر مطلق (ایشور) ہے۔

26 اس قادر مطلق میں علم کی برتری معرفت کل کی دلیل ہے۔

26 وہ یعنی قادر مطلق جملہ اسلاف کا کلی مرشد ہے، کیونکہ وہ زمان کی قید سے بالا ہے

27 اس قادر مطلق کے نام کی ابتدائی صورت 'ادم' (رقعہ) کا نقش ہے۔

28 اس 'ادم' کے نقش کا ذکر القلب اور اس کے معنی صورت قادر مطلق کا مراقبہ کرنا چاہئے۔

29 قبل الذکر کی مزاولت سے مزاحمتوں کی نیستی اور روح کی ہیئت کا علم ہو جاتا ہے

30 عارضہ، کاہلی، ابہام، غفلت، تاخیر، بے قراری، مغالطہ، ابتدائی لاحصولیت اور تلون یہ نو انتشارات قلب ہیں یہی اخلال ہیں۔

31 اذیت، قلق، لرزہ، عضو ساکن کی داخلی اور خارجی حالات سے متعلق مداخلت یہ پانچ اخلال انتشارات کے ہمراہ ہونے والے ہیں۔

32 ان کو دور کرنے کے لئے یک مدعا کا شغل کرنا چاہئے۔

33 مسرور، رنجیدہ، پارسا اور عاصی یہ چاروں جن کے سلسلہ وار موضوع ہیں ایسی موافقت، ہمدردی، انبساط اور بے توجہی کے پاس و لحاظ سے قوت مدرکہ یعنی قلب کا تزکیہ ہو جاتا ہے۔

34 ایسا بھی ہوتا ہے کہ یادِ حیاتی یعنی سانس کو بار بار باہر نکالنے اور روکنے کی مشق سے بھی قوت مدرکہ کا تزکیہ ہو جاتا ہے۔

35 یا رشامہ، ذائقہ، باصرہ، لامسہ اور سامعہ موضوعات والی التفات طبع پیدا ہو کر قلب کو مجتمع کرنے والی ہو جاتی ہے۔

36 اس کے علاوہ اگر پرسکون نورانی التفات طبع پیدا ہو جائے تو وہ بھی استقرار قلب والی ہوتی ہے۔

37 تارک الدنیا کو موضوع بنا کر شغل کرنے والے قلب کو بھی استقرار حاصل ہوتا ہے

38 خواب یا نیند میں ہونے والی آگاہی سے وابستہ رہنے والا قلب بھی قائم ہو سکتا ہے

39 جس کو جو پسندیدہ ہو اس کے مراقبہ سے بھی قلب قائم ہو جاتا ہے۔

40 اس وقت اس جزو قلیل سے لے کر عظیم ترین شے پر غلبہ ہو جاتا ہے۔

41 جس کی تمام خارجی کیفیات پژمردہ ہو چکی ہیں، ایسے گوہر بلوریں کے مانند شفاف

قلب کا جو قبول کنندہ یعنی آخذ (نفس یا فردیت) قبولیت یعنی اخذیت (حواس اور علمی قوتیں) اور مقبول یعنی قابل اخذ (حواس کے کثیف اور لطیف موضوعات) میں قائم ہو کر یک ہیئت یعنی مستغرق ہو جاتا ہے یہی مراقبہ تجریدیا تفکر یت (Abstractness) ہے۔

42 ان مراقبوں میں لفظ، معنی اور آگاہی ان تینوں تصورات سے نفوذ پذیر مراقبہ بااستدلال مراقبہ ہے۔

43 لفظ اور آگاہی کے حافظہ کے بخوبی پژمردہ ہو جانے پر اپنی قبولیت والی ہیئت سے تہی سی ہوئی معنی مقصود کی ہیئت کو آشکارا کرنے والی کیفیت قلب (مراقبہ لااستدلال) ہے۔

44 اسی سے یعنی قبل الذکر بااستدلال اور لااستدلال ہی کے بیان سے لطیف موضوعات میں کئے جانے والے بافکر اور لافکر مراقبوں کا بھی بیان کیا گیا۔

45 لطیف موضوعیت (یعنی لطیف موضوعات جن کا بیان بافکر اور لافکر مراقبہ میں کیا گیا ہے) کی انتہا جوہر ابتدائی ہے۔

46 یہ مذکورہ بالا چاروں ہی 'باتخم مراقبہ' کہلاتے ہیں۔

47 لافکر مراقبہ کے نہایت پاک ہونے پر واصل (یوگی) کو روحانی بخشش نصیب ہوتی ہے۔

48 اس وقت واصل کی عقل قائم برحق ہوتی ہے۔

49 سماعت اور استخراج سے ہونے والی فہم کے مقابلہ میں اس قائم برحق عقل کا مقصد استثنائی ہے کیونکہ یہ محض مقصود رکھتی ہے۔

50 اس سے یعنی عقل قائم برحق سے پیدا ہونے والا اثر دیگر تاثرات کو مسدود کرتا ہے

51 اس کے بھی مسدود کر دینے پر سب کے سب مسدود ہو جانے کے سبب لاتخم مراقبہ ہو جاتا ہے۔

باب دوم: مزاولت

ریاضت، مطالعہ اور توکل یہ تینوں یوگ کے ارکان ہیں یعنی عملی یوگ ہیں۔

2. یہ عمل یوگ مراقبہ کی تکمیل کرنے والا اور جہل وغیرہ رجحانات کو پژمردہ کرنے والا ہے۔
3. جہل، مادہ اور غیر مادہ کی گرہ، رغبت، نفرت اور خوف مرگ یہ رجحانات خمسہ ہیں۔
4. جو خفتہ، تقلیل، قطع شدہ اور وافر اس طرح کی چار حالتوں میں موجود رہنے والی ہیں، چنانچہ جن کا بیان جہل کے بعد کیا گیا ہے، ان چاروں کا سبب جہل ہے۔
5. فانی، ناپاک، رنج اور وجود مادی میں بالترتیب لافانیت، پاکیزگی، راحت اور وجود مادی کے احساس کی شناخت کرنا ہی جہل ہے۔
6. نورانی روح اور تعقل (قوت صورت) ان دونوں کو یک صورت جاننا، مادہ اور غیر مادہ کی گرہ یا گرہ قلب یعنی مادہ اور شعور کی گرہ ہے۔
7. راحت کے احساس کی آڑ میں رہنے والی رجحت رغبت ہے۔
8. رنج کے احساس کی آڑ میں رہنے والی رجحت نفرت ہے۔
9. جو بطور ایک موروثی فطرت کے چلی آ رہی ہے اور احمقوں کی طرح عقلا میں بھی موجود دیکھی جاتی ہے وہ رجحت خوف مرگ ہے، اس کی جڑیں گہری ہیں۔
10. وہ تحقیق شدہ رجحتیں تقلب کو اپنی علت میں جذب کرنے کی طرز اولیت سے زائل کئے جانے کی سزاوار ہیں۔
11. ان رجحانات کی جو کثیف کیفیات ہیں ان کا اتلاف تفکر سے کرنا ہوتا ہے۔
12. رجحانات سے پیدا شدہ افعال کے تاثرات کا مجموعہ، حاضر (حال) اور نامعلوم مستقبل میں ہونے والے دونوں طرح کے جنموں میں جھیلنا پڑتا ہے۔
13. جڑ کے موجود رہنے تک نظام افعال کا نتیجہ تناسخ، حیات اور بھگتنا جاری رہتا ہے۔
14. وہ یعنی ولادت، حیات اور راحت و اذیت کے احساسات اپنی علت کے مطابق مسرت و افسردگی صورت ثمرات کو دینے والے ہوتے ہیں، کیونکہ کار ثواب اور کار گناہ دونوں ہی ان کی علل ہیں۔
15. رنج ما حصل، رنج جلن اور رنج تاثر ایسے سہ گانہ رنج جملہ ثمرات افعال میں موجود رہنے کے سبب اور صفات سہ گانہ یعنی ست، رج، تم کی کیفیات میں باہمی ناموافقت ہونے کے باعث صاحب ادراک کے لئے وہ تمام ثمرات افعال رنج صورت ہیں۔

16 آنے والے رنج قابل رد و ترک ہیں۔

17 ناظر یعنی ذات اور منظور یعنی عالم طبیعی (نفسانی و مادی) کا امتزاج قبل الذکر قابل رد و ترک کا سبب ہے۔

18 نور، حرکت اور توقف جس کی ماہیت ہے، عناصر اور حواس جس کی ظاہری ہیئت ہے، ذات کے لئے راحت و اذیت کے احساسات کی فراہمی اور نجات کی سرانجام دہی جس کا اصل مقصود ہے ایسا منظور یعنی عالم طبیعی ہے

19 مخصوص، مماثل، نشان محض اور لانشان یہ چاروں قبل الذکر ست وغیرہ صفات کی اقسام یعنی حالتیں ہیں۔

20 شعور محض دعلم صورت روح ہی ناظر ہے یہ اگرچہ ماہیت کے اعتبار سے سراسر پاک اور غیر متغیر ہے تب بھی عقل کے ربط سے اس کی کیفیت کے مطابق دیکھنے والا ہے

21 قبل الذکر منظور کی صورت اس ناظر ہی کے لئے ہے۔

22 ایک کامران شخص کے لئے دنیوی احساس راحت و اذیت اور ان سے رستگاری صورت مقصود سرانجام ہو جانے پر اور اس طرح اس کے لئے نیست ہو جانے پر بھی عالم طبیعی فنا نہیں ہوتا کیونکہ وہ دوسروں کے ساتھ مشترک شے ہے۔

23 ملکیت صلاحیت یعنی کائنات یا منظور اور مالک صلاحیت یعنی ذات یا ناظر ان دونوں کی ہیئت کے شعور کا جو سبب ہے وہ "اتصال" ہے۔

24 اس اتصال کا موجب جہل ہے۔

25 اس جہل کا اتلاف ہو جانے سے اتصال کا نابود ہو جانا ترک ہے اور وہی ناظر یعنی شعوری روح کا اپنی ہیئت میں مقیم ہو جانا ہے۔

26 پاک علم تمیز ہے یعنی معرفت ترک کی تدبیر ہے۔

27 اس واضح علم تمیز کا حصول کئے ہوئے یوگی یعنی واصل کی سات طرح کی قیام آخر والی فہم ہوتی ہے۔

28 اجزائے یوگ کی مزاولت سے کثافت دور ہو جانے پر علم کا نور علم تمیز یعنی معرفت تک ہو جاتا ہے۔

29 اصولات اطوار، ضابطہ باطن، نشست، حبس دم، تسخیر حواس، قیام یعنی مصمم

ارادہ، تفکر اور مراقبہ یہ آٹھ اجزائے یوگ ہیں۔

30 (1) عدم تشدد (اہنسا) (2) صداقت (3) لادزدی (چوری نہ کرنا) (4) تجرد (کنوارپن) اور (5) عدم اندوختگی، یہ پانچ اصولات اطوار ہیں۔ یوگ کی اصطلاح میں ان کو 'یم' کہتے ہیں۔

31 مذکورہ بالا اصولات اطوار صنف، مقام، وقت اور ضمنی سبب کی حدود سے بالا، جملہ دائرہ ہائے عمل کے دوران لازماً ملحوظ ہونے پر عزائم کبیر ہو جاتے ہیں۔

32 طہارت، قناعت، ریاضت، مطالعہ اور توکل یہ پانچوں ضابطۂ باطن ہیں۔ یوگ کی اصطلاح میں ان کو 'نیم' کہتے ہیں۔

33 جب توجیہات (Reasonings) اصول اطوار اور ضابطہ باطن کی تعمیل میں خلل انداز ہوں، تب ان کے برعکس خیالات پر بار بار غور کرنا چاہئے۔

34 اصولات اطوار اور ضابطہ باطن کے اضداد تشدد وغیرہ توجیہات کہلاتے ہیں یہ تین طرح کے ہوتے ہیں۔ خود کردہ، دوسروں سے کروائے گئے اور حوصلہ افزائی کے لئے کئے گئے۔ ان کے اسباب طمع، غصہ اور دلی تعلق ہیں، ان میں خورد، میانہ اور کلاں درجات ہیں یہ رنج اور جہالت بصورت لاشمار ثمرات دینے والے ہیں۔ اس طرح غور و تامل کرنا ہی برعکس کا قیاس و فکر ہے۔

35 عدم تشدد کی حالت کا استحکام ہو جانے پر اس واصل کے نزدیک ذی جان عداوت ترک کر دیتے ہیں۔

36 صداقت کی حالت کا استحکام ہو جانے پر واصل میں ما حاصل فعل کی اساس کی ہستی آجاتی ہے۔

37 لادزدی کی حالت کا استحکام ہو جانے پر دفینے ظاہر ہو جاتے ہیں۔

38 تجرد کی حالت استحکام استعداد کے لئے نفع رساں ہے۔

39 عدم اندوختگی کی حالت کا استحکام ہو جانے پر گزشتہ جنموں کے بارے میں بخوبی آگاہی ہو جاتی ہے۔

40 طہارت کے عمل سے اعضا میں نفرت اور دوسروں کی قربت اور مس نہ کرنے کی خواہش پیدا ہوتی ہے۔

41. تزکیہ باطن، انبساط قلب، اجتماع توجہ، اختیار حواس اور جلوۂ ذات کی صلاحیت یہ پانچوں بھی ہوتے ہیں۔
42. قناعت سے ایسی اعلیٰ ترین راحت کی یافت ہوتی ہے کہ جس سے بہتر کوئی دوسری آسودگی نہیں ہے۔
43. ریاضت کے تاثر سے جب غلاظتیں دور ہو جاتی ہیں تب جسم اور حواس کی تکمیل ہو جاتی ہے۔
44. مطالعہ سے محبوب معبود کا جلوہ بخوبی ہو جاتا ہے۔
45. توکل سے ہر ایشور کی کاملیت کا حصول ہو جاتا ہے۔
46. بے حس و حرکت آرام سے بیٹھنے کا نام نشست یعنی آسن ہے۔
47. جسم کے فطری عمل کی تقلیل سے اور لامحدود میں ہمہ تن متوجہ ہو جانے سے نشست کی تکمیل ہوتی ہے۔
48. نشست کی تکمیل سے اضداد فتنی مثلاً گرم و سرد، آسائش و اذیت وغیرہ ضرب کی نہیں لگتی۔
49. نشست کی تکمیل ہو جانے کے بعد اندر کی جانب سانس لینے اور باہر کی جانب سانس نکالنے کو روک دینا یا اس کا رک جانا حبس دم ہے۔
50. مذکورہ حبس دم کی تینوں حالتیں۔ خارجی کیفیت، داخلی کیفیت اور کیفیت توقف۔ ہوتی ہیں اور وہ مقام، عرصہ اور شمار کی وساطت سے ناپا گیا، طویل اور لطیف ہو جاتا ہے۔
51. ظاہری اور باطنی موضوعات کے ترک کر دینے سے خود بخود ہوتے والا چہارم حبس دم ہے۔
52. حبس دم کی مزاولت سے روشنی یعنی علم کا حجاب تحلیل ہو جاتا ہے۔
53. اور قلب میں قیام کی صلاحیت بھی آجاتی ہے۔
54. اپنے موضوعات کے علاقے سے لاتعلق ہونے پر جو حواس کا عقل کی ہیئت کے ساتھ یک رنگ ہو جاتا ہے وہ تسخیر حواس ہے۔
55. تسخیر حواس سے حواس پر کلی طور سے ضبط ہو جاتا ہے۔

باب سوم: فضیلت

1. قوت متخیلہ یعنی قلب کو ایک مقام پر ٹھہرا دینا 'قیام' ہے۔
2. جہاں قلب کو ٹھہرایا جائے، اسی میں اس کی کیفیت کا ایک ہی شے کے تصور پر قائم رہنا 'تفکر' ہے۔
3. جب تفکر میں فقط مدعائے مقصود ہی کا احساس ہوتا ہے اور قلب کی اپنی ہیئت لاشے سی ہو جاتی ہے، تب وہی تفکر 'مراقبہ' ہو جاتا ہے۔
4. کسی ایک مدعائے مقصود کے موضوع میں تینوں کا ہونا 'ضبط' ہے۔
5. اس ضبط کو فتح کر لینے سے عقل کی تابانی کا حصول ہوتا ہے۔
6. ضبط کو بتدریج حلقہ ہائے عمل میں لگانا چاہیے۔
7. اولاً ذکر اشغال کی نسبت سے یہ تینوں اشغال باطنی ہیں۔
8. تاہم قیام، تفکر اور مراقبہ بھی مراقبہ لاتجریدیا مراقبہ لاتخم کے خارجی اجزا ہیں۔
9. حالت لاتجریدیت کے تاثرات کا دب جانا اور حالت مسدودیت کے تاثرات کا نمو ہو جانا، یہ جو مسدودیت کے دوران ہونے والے قلب کا دونوں تاثرات کے دست نگر ہونا ہے وہ تغیر مسدودیت کہا گیا ہے۔
10. مسدودیت کے تاثرات سے قلب کی سکون پذیر حالت ہوتی ہے۔
11. ہر طرح کے موضوعات پر غور و فکر کرنے کی کیفیت کا اتلاف ہو جانا اور کسی ایک موضوع تفکر کا خیال کرنے والی حالت یکسوئی کا طلوع ہو جانا قلب کا 'تغیر مراقبہ' ہے
12. بعد ازاں جب پرسکون ہونے والی اور نمو ہونے والی دونوں کیفیات یکساں ہو جاتی ہیں تب اسے قلب کی 'تغیر یکسوئی' قرار دیا جاتا ہے۔
13. قلب کی جو متذکرہ بالا کیفیات بیان کی گئی ہیں انھیں سے عناصر خمسہ اور تمام حواس میں ہونے والے افعال، متعلقہ تغیر خصوصیت تغیر اور حال تغیر اور حال تغیر ان تینوں تغیرات کی وضاحت کر دی گئی۔
14. گزشتہ، موجودہ اور آئندہ افعال متعلقہ میں جو متوسل رہتا ہے یعنی بنیادی طور پر حاضر رہتا ہے وہ فاعل اساسی ہے۔

15. تغیر کے اختلافات میں عمل کا اختلاف سبب ہے۔

16. متذکرہ تینوں تغیرات میں ضبط کرنے سے گزشتہ اور آئندہ کا علم ہو جاتا ہے۔

17. لفظ، معنی اور آگاہی ان تینوں کا جو ایک میں دوسرے کا وقوف باطل ہو جانے کی وجہ سے امتزاج ہو رہا ہے ان کی ترتیب میں ضبط کرنے سے کل جانداروں کی بولی کا علم ہو جاتا ہے۔

18. ضبط کے ذریعہ تاثرات کو صریحی حالات میں لے آنے یعنی ان کا جلوہ ہو جانے سے گزشتہ جنموں کا علم ہو جاتا ہے۔

19. دوسرے کے قلب کی کیفیت کو صریحی حالت میں لے آنے سے اس کے قلب کا علم ہو جاتا ہے۔

20. لیکن وہ (دوسرے کا قلب) اپنے موضوع سمیت صریحی حالت میں نہیں لایا جاتا کیونکہ وہ یعنی موضوع سمیت قلب اس کا یعنی ضبط کا موضوع نہیں ہوتا۔

21. اپنے جسم کی نمود میں ضبط کرنے سے سکی کی صلاحیت مقبولیت رک جاتی ہے۔ اس سے دوسروں کی آنکھوں کی روشنی سے یوگی کے جسم کا رابطہ نہ ہونے کے باعث یوگی کا جسم غیر مرئی ہو جاتا ہے۔

22. افعال دو قسم کے ہیں (۱) جن کی ابتدا ہو چکی ہے (۲) جن کی ابتدا نہیں ہوئی۔ ان میں ضبط کرنے سے موت کی آگاہی ہو جاتی ہے۔ علامات وفات یا بد شگون مدرک سے بھی ایسا ہوتا ہے۔

23. دوستانہ رجحانات طبع وغیرہ میں ضبط کرنے سے دوستی وغیرہ سے متعلق تقویت ملتی ہے۔

24. طرح طرح کی قوتوں میں ضبط کرنے سے ہاتھی وغیرہ کی سی قوت کا حصول ہوتا ہے۔

25. نورانی التفات طبع کی روشنی ڈالنے سے لطیف، محجوب، مستور اور دور دراز مقامات پہ واقع موضوعات کا علم ہو جاتا ہے۔

26. خورشید میں ضبط کرنے سے تمام طبقات کا علم ہو جاتا ہے۔

27. چاند میں ضبط کرنے سے ستاروں کے نظم کا علم ہو جاتا ہے۔

28 قطبی ستارہ میں ضبط کرنے سے ستاروں کی حرکت کا علم ہوجاتا ہے۔

29 ناف میں واقع جو تسبیح جال ہے اس میں ضبط کرنے سے جسم کے نظم کا علم ہوجاتا ہے

30 نرخرا میں ضبط کرنے سے بھوک اور پیاس سے نجات حاصل ہوجاتی ہے۔

31 کچھوے کی شکل والی رگ میں ضبط کرنے سے استواری کا حصول ہوتا ہے۔

32 سر کے نور میں ضبط کرنے سے کامل ہستیوں کا دیدار ہوتا ہے۔

33 ورنہ ادراک بلاواسطہ صفات یعنی وجدانی بصیرت سے یوگی سب کچھ معلوم کرلیتا ہے۔

34 سینہ میں ضبط کرنے سے قلب کی ہیئت کا علم ہوجاتا ہے۔

35 عقل اور ذات جو باہم ازحد مختلف ہیں ان دونوں میں محسوسات کی جو یگانگت ہے وہی احساس لذات نفسانی و طبعی ہے۔ اس میں جو کار دیگر کی آگاہی سے مختلف کار خود کی آگاہی ہے اس میں ضبط کرنے سے علم ذات کا حصول ہوجاتا ہے یعنی ذات۔ موضوع عقل نمو ہوآتی ہے۔

36 اس کار خود کی آگاہی میں ضبط کرنے سے بصیرت، سامعہ، لامسہ، باصرہ، ذائقہ اور شامہ یہ شش اقسام کمالات نمو ہوآتے ہیں۔

37 یہ شش اقسام کے کمالات، مراقبہ کی تکمیل یعنی علم ذات کے حصول میں مزاحمت ہیں اور حالت لاجذبیت میں کمالات ہیں۔

38 وابستگی کے سبب کی تقلیل کرنے سے اور سیر و گشت کی راہ سے مانوس ہونے سے قوت متخیلہ (جسم لطیف) کا دوسرے جسم نفوذ ہوتا ہے۔

39 اودان باد حیاتی کی تسخیر کر لینے سے پانی کیچڑ اور خار وغیرہ سے اس کے جسم کا ربط نہیں ہوتا اور نجات کا حصول ہوتا ہے۔

40 سمان وایو (باد حیاتی) کو تسخیر کر لینے سے یوگی کے جسم میں چمک دمک آجاتی ہے

41 گوش اور خلا کے رشتے میں ضبط کرنے سے گوش فوق الفطرت ہوجاتے ہیں۔

42 جسم اور خلا میں ضبط کرکے اس کی تکمیل کسی ہلکی شے مثلاً روئی وغیرہ میں کرنے سے خلا میں چلنے پر قدرت حاصل ہوجاتی ہے۔

43 جسم سے بیرونی غیر فطری حالت کو ''لا مادیت کبیر'' کہا جاتا ہے۔ اس سے عقل کی قوت

آگاہی کے حجاب کا انخلاء ہو جاتا ہے۔

44. عناصر کی کثیف، ماہیت، لطیف، رشتہ باہمی اور غایت ان پانچوں حالتوں میں ضبط کرنے سے یوگی عناصر خمسہ پر فتح پا لیتا ہے۔

45. عناصر پر قابو پا لینے سے از حد خفیف اور غیر مرئی ہو جانا اور ہشت کمالات ظہور میں آجاتے ہیں، اوصاف جسمانی کا حصول اور عناصر خمسہ کے خاصہ طبعی کی رکاوٹ نہیں ہوتی۔

46. جمال، دم خم، دلربائی، پتھر کی سی سختی جسم کی ایسی ترتیب اس کی دولت ہے۔

47. قبولیت، ہیئت، انانیت، رشتہ باہمی اور غرض و غایت ان پانچوں حالتوں میں ضبط کرنے سے محو قلب تمام حواس پر فتح حاصل ہو جاتی ہے۔

48. تسخیر حواس سے سرعت روی قلب، رجحانات طبع لاجسمیت اور تسخیر علت مادی ان تینوں کمالات کا حصول ہوتا ہے۔

49. عقل اور ذات، جس میں محض ان دونوں کے اختلاف ہی کی آگاہی رہتی ہے۔ ایسے با تحکم مراقبہ کا حصول کئے ہوئے یوگی کا سب رجحانات میں رجحان مالک اور رجحان ہمہ داں ہو جاتا ہے۔

50. متذکرہ بالا کمال میں بھی لاتعلق ہونے سے عیب کے تخم کا انخلاء ہو جانے پر وجود محض ہو جانے یعنی پاک ذات میں قیام رجحان عدم وجود مساوی ہو جاتے ہیں کا حصول ہوتا ہے۔

51. محافظوں (منازل کے اولیا) کے مدعو کرنے پر نہ تو ان کی صحبت اختیار کرے اور نہ ہی فخر کرے، کیونکہ ایسا کرنے سے بعد میں گزند کا خدشہ ہے۔

52. لمحہ اور اس کے عمل میں ضبط کرنے سے علم تمیز نمو ہوتا ہے۔

53. ایک دوسرے سے صنف، امتیازی نشان اور موقع سے اختلاف کی تحقیق نہ ہونے پر دو مشابہ و مماثل اشیا کا تجزیہ، تمیز یعنی معرفت سے پیدا شدہ آگاہی سے ہوتا ہے۔

54. جو بحر دنیوی سے پار اتارنے والا ہے، کل کو جاننے والا ہے، ہر طرح سے جاننے والا ہے اور بلاتسلسل کے جاننے والا ہے وہ علم تمیز یعنی معرفت ہے

55 عقل اور ذات کی مساوی پاکیزگی ہونے پر وجود مستحق ہونے کا یعنی مقام نجات کا حصول ہوتا ہے۔

باب چہارم : نجات

1 آمد (جنم) جڑی ہوئی آیت (منتر)، ریاضت (تپ) اور مراقبہ (سمادھی) سے پیدا ہونے والے کمالات (سدھیاں) ہوتے ہیں۔

2 ایک نوع سے دوسری نوع میں تبدیلیٔ صورت "تغیر بین النوع" اسباب مادی کی تکمیل سے ہوتا ہے۔

3 محرک اسباب مادی کو چلانے والا نہیں ہے، اس سے تو محض کسان کی مثل رکاوٹ دور ہوتی ہے۔

4 مرتب کردہ قلوب محض جزویت یعنی "میں ہوں" کے احساس سے ہوتے ہیں۔

6 مختلف قلوب کو طرح طرح کے رجحانات میں تعینات کرنے والا ایک قلب ہوتا ہے

6 ان میں وہ قلب جس کی پیدائش مراقبہ سے ہوتی ہے وہ فعل کے تاثرات سے مبرا ہوتا ہے۔

7 یوگی کے افعال لاروشن اور لاتاریک ہوتے ہیں جبکہ دوسروں کے تین اقسام کے ہوتے ہیں۔

8 ان تینوں اقسام کے افعال سے ان کا ثمرہ دینے کے مطابق ہی خواہشات کی ظہور پذیری ہوتی ہے۔

9 نوع یا جنس، مکان اور زمان تینوں کے حائل رہنے پر بھی فعل کے تاثرات میں مداخلت نہیں ہوتی کیونکہ حافظہ اور تاثر دونوں یک صورت ہوتے ہیں یعنی ان دونوں میں موضوعی یکسانیت ہے۔

10 رغبتیں دوامی ہیں کیونکہ جاندار میں آرزوئے بقا ہمیشہ بنی رہتی ہے۔

11 سبب، ثمرہ، اساس اور وابستگی؛ ان سے رغبتوں کی تالیف ہوتی ہے، اس لئے ان چاروں کی نیستی ہونے سے رغبتیں بھی فنا ہو جاتی ہیں۔

12 افعال متعلقہ میں زمان کی تفریق ہوتی ہے، اس وجہ سے جو افعال متعلقہ (جہل،

رغبت، کیفیات قلب وغیرہ) ماضی بن چکے ہیں اور جو آئندہ پیش آنے والے ہیں یعنی ابھی ظاہر نہیں ہوئے ان کا بھی وجود ہے۔

13. وہ جملہ افعال متعلقہ خواہ عیاں حالت میں ہوں یا حالت پنہاں میں ہوں، صفات ماہیت ہی ہیں۔

14. تغیر کی یکسانیت سے شے کا دیسا ہونا ممکن ہے۔

15. شے کے ایک ہونے پر بھی قلب کے اختلاف سے ان دونوں کا الگ الگ راستہ ہے

16. خارجی شے کسی ایک قلب کے تابع نہیں ہے، کیونکہ اس ترتیب کی غیر موجودگی میں یعنی جب وہ اس قلب کا موضوع نہیں رہے گی اس وقت اس کا کیا ہوگا؟

17. قلب شے کے عکس پڑنے کا منتظر رہنے والا ہے، اس وجہ سے اس کے ذریعہ کبھی شے کی آگاہی ہوتی ہے کبھی نہیں ہوتی ہے۔

18. قلب کی مختار ذات تغیر پذیر نہیں ہے، اس لئے اس کو کیفیات قلب ہمیشہ معلوم رہتی ہیں۔

19. وہ یعنی قلب منور بالذات نہیں ہے، کیونکہ وہ منظور ہے۔

20. ایک ہی وقت میں دونوں یعنی موضوع اور قلب کا علم نہیں ہو سکتا۔

21. ایک قلب کو دوسرے قلب کا منظور تسلیم کر لینے پر وہ قلب پھر دوسرے قلب کا منظور ہوگا، اس طرح ایک غیر معین حالت پیدا ہو جائے گی اور حافظہ بھی خلط ملط ہو جائے گا۔

22. اگرچہ قوت شعور یعنی ذات تاثرات سے مبرا اور لاتعلق ہے، تاہم یک ہیئت ہو جانے پر اسے اپنی عقل کا جو موضوع کے ساتھ ترکیب پائے ہوتی ہے علم رہتا ہے۔

23. ناظر اور منظور ان دونوں سے رنگا ہوا قلب جملہ غرض و غایت کا حامل ہو جاتا ہے۔

24. وہ یعنی قلب لاشمار رغبتوں سے منقش ہونے پر بھی دوسرے کے لئے ہے کیونکہ وہ فاعل مجمع یعنی مل جل کر کام کرنے والا ہے۔

25. مراقبہ سے آفریدہ معرفت یعنی آگاہی تمیز کے ذریعہ قلب اور ذات میں اختلاف معلوم کر لینے والے کا تصورات کے قیاس و فکر کا ازالہ ہو جاتا ہے۔

26. اس وقت واصل یعنی یوگی کا قلب آگاہی تمیز کی جانب مصمم ارادہ کئے ہوئے

اتحادیت مطلق یعنی پاک ذات میں قیام کے روبرو ہو جاتا ہے۔

27 اس مراقبہ کے مرکز میں دیگر موضوعات کی آگاہی قبل کے تاثرات سے ہوتی ہے۔

28 ان تاثرات کا اتلاف زحمات کی شکل کہا گیا ہے۔

29 جو یوگی علم معرفت کی حرمت سے کبھی بے نیاز ہو جاتا ہے، اس کی آگاہی تمیز ہمہ منور رہنے کی وجہ سے اس کو ابر خاصہ طبیعیٔ مراقبہ کا حصول ہو جاتا ہے۔

30 ابر خاصہ طبیعیٔ مراقبہ سے زحمات اور افعال کا قطعی طور پہ اتلاف ہو جاتا ہے۔

31 اس وقت جس کے ہر طرح کے حجاب اور کثافت دور ہو چکے ہیں ایسا علم لامحدود ہو جاتا ہے، لہذا معلوم شدہ موضوعات ہیچ ہو جاتے ہیں۔

32 اس کے بعد کامراں ہو جانے پہ صفات کے قدرتی عمل کے اسباب کا اختتام ہو جاتا ہے۔

33 جو لمحات کا ہم نشین ہے اور تغیر کے اختتام پہ جس کی حیثیت معلوم ہوتی ہے وہ عمل طبیعی ہے۔

34 جن کا ذات کے لئے کوئی کام باقی نہیں رہا ایسی صفات کا اپنی علت میں جذب ہو جانا نجات ہے یا یوں کہا جائے کہ ناظر کا اپنی حیثیت میں استقرار نجات ہے۔

दिव्य — سماوی، آسمانی، ملکوتی، فوق الفطرۃ، قدسی

सूक्ष्म — منظور، عالم طبیعی، نفسانی و مادی

द्वन्द — اضداد مثنی

धर्ममेघ — ابر خاصہ طبعی

धारणा — قیام

ध्येय — تفکر درعہ مقصود

निमित्त — محرک، باعث

निरोध — مسدود ہونا یا کرنا، رکاوٹ، مزاحمت

निर्विकार — قدیم، غیر متغیر

निवृत्ति — مفقود ہو جانا، نجات

परिणाम — تغیر

प्रकृति / प्रधान / अव्यक्त — جوہر ابتدائی، قدرت، علت مادی کائنات، عالم طبیعی

प्राज्ञा — عقل سلیم، روح شخصی، اسباب عقل و دانش، فراست

प्रत्याहार — تسخیر حواس

प्रमाणु — اقل حصہ، جوہر کیمیاوی، جزو لا یتجزی

बुद्धि — قوت ممیزہ، عقل، فہم، شعور

भव प्रत्यय — ولادت لاحقہ، جنم سے جڑا ہوا

भव — احساس، تصور، ہستی، کون، ماہیت نفس ظہور

भोग — راحت و اذیت کا احساس نفسانی و طبعی

मूल प्रकृति — اساسی قدرت

महाव्रत — قصد عظیم، عزم کبیر

यम — اصول اطوار

लिङ्गी — نشان یا علامت والا، ذات

वशीकार — تسخیر، مغلوبیت

वाच्य — قابل ارشاد، مسندی، ممکن الاثبات

विचार — فکر، سیر القلب، قوت

विनियोग — لگانا، متعالی حصول یابی کے لیے منتروں کا استعمال

विभूति — حرمت، شرف، بلند مرتبت

विवेक ख्याति — معرفت، علم تمیز

विषय भूत — موضوع کے ساتھ ترکیب پایا ہوا

व्युत्थान-अवस्था — حالت لاحاصلیت، حالت ظہوری

विक्षेप — انتشار

विक्षिप्ता — مفر

संकर	مخلوط
संप्रज्ञान	تجرید، نظریت
संस्कार	تاثر، ارتسام، نقش، اثر
समाधि	مراقبہ
सर्वभौमा	مجرد، مطلقاً، عمل میں پابندی کا سزاوار
साधन	ذریعہ، وسیلہ، ریاض، عبادت
साम्यावस्था	حالتِ مساوات
सम्प्रज्ञात	معرفتِ کل کی حالت والی یا والا
स्वाध्याय	مطالعہ، تحصیلِ علوم
स्वभाव	فطرت، خاصہ طبعی
हेय	قابلِ رد یا ترک
भूमि	حلقۂ عمل
मन	قوتِ مدرکہ، قصد و گمان
महत्तत्व	عنصرِ کبیر
योग	وصل، معرفت، علم ذات
लिङ्ग	(صفات) علامت، سکھیہ کے مطابق اساسی قدرت
वर्णाश्रम	سلسلۂ ذات اور مراحلِ حیات
वस्तुस्थिति	مقامِ شے، حقیقی
विकरण भाव	لاجسمیت، میلانِ طبع
विदेह मुक्त	غیرمادیت سے سبکدوش
विपर्यय	سہو، خطا
विवेक	نیک و بد، حق و باطل کی تمیز
विवेकी	صاحبِ ادراک، تیز فہم
वृत्ति	کیفیت
विपाक	مآلِ کار، انجام، ماحصل
व्यभिचार	غیرمنطقی استدلال
शास्त्राभ्यास	شعائر کی ادائیگی
संयोग—वियोग	اتصال، انفصال، ربط، جدائی
संयम	ضبط
सत्व	نفس، ذات، روحِ مجرد
सर्वज्ञाता	معرفتِ کل، علمِ کل
साधक	سالک، شاغل
साधना	مزاولت
सूत्र	جامع کلمہ
स्मृति	حافظہ، قوتِ حافظہ
स्वप्रकाश	مؤثر بالذات
स्वरूप	ماہیت، ہیئت، حقیقت
हान	ترک، اتلافِ ربط یا تعلق